آئینۂ حق و باطل



مصنف سید بشارت حسین کامل مرزاپوری

وقل جاء الحق و زھق الباطل (بنی اسرائیل)

آئینہ حق و باطل

مصنف

سید بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری

مترجم حیات القلوب، مصنف امیر مختار، شمع خانہ وغیرہ

ناشران

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

۱۳۵ موتن مارکیٹ بمقابل نیو میمن مسجد محمد علی جناح روڈ۔ کراچی ۲

نام کتاب .... آئینۂ حق و باطل
مصنف .... سید بشارت حسین صاحب کامل مرزاپوری
اشاعت اوّل .... یکم فروری ۱۹۷۷ء
تعداد ۵۰۰
مطبع ... ... سندھ آفسٹ پرنٹرز کراچی
قیمت .... روپیہ

ـــــ ناشر ـــــ
رحمت اللہ بک ایجنسی (ناشران و تاجران کتب)
۱۳۵ - موتن مارکیٹ بمقابل نیو میمن مسجد ایم اے جناح روڈ - کراچی ۲

فہرست مضامین

تفصیل

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
۹۸	آنحضرت پر بوس پرستی کا الزام	۶۴
۱۰۰	مسئلہ غسل اور بے ہودہ ترین روایت	۶۵
۱۰۱	حضور پر پشت بقبلہ رفع حاجت کرنے کا الزام	۶۶
۱۰۲	آنحضرت پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا الزام (معاذ اللہ)	۶۷
۱۰۴	حضور پر پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کا الزام	۶۸
۱۰۴	آنحضرت پر شیطان کا قابو (معاذ اللہ)	۶۹
۱۰۵	آنحضرت کا ارشاد کہ قرآن کی سورہ یا آیت بھولنے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔	۷۰
۱۰۵	آنحضرت پر سہواً ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھانے کا الزام	۷۱
۱۰۶	آنحضرت پر ادھوری نماز پڑھنے کا الزام	۷۲
۱۰۷	آنحضرت پر مسخرہ کے خیر نماز پڑھنے کا الزام	۷۳
۱۰۹	خلاصہ عقائد مذاہب اسلام۔	۷۴

عرضِ حال

میں شیعہ خاندان میں پیدا ہوا۔ شیعہ ماں اور باپ کی گود میں پرورش پائی۔ اسی ماحول میں پلکر جوان ہوا اور اس آخری عمر تک پہنچا ہوں لیکن والدین کی شفقت یا شیعہ ماحول میں زندگی گزارنے کے سبب سے شیعہ نہیں ہوں بلکہ اپنی ذاتی تحقیق کے بعد شیعہ ہوا ہوں اور اسی مذہب پر قائم ہوں۔

تحقیق کا سبب میرے والد سید محمد حسین صاحب مرحوم بن سید فتح حسین بن سید خاص علی صاحب مرحومین متوطن موضع بل پورہ ڈاکخانہ میراں پور تحصیل جانسٹھ واقع سادات بارہ ضلع مظفر نگر رشید، سید ابوالفرج زیدی الواسطی کی اولاد سے تھے۔ اور ترک وطن کر کے مرزاپور یوپی میں آباد ہو گئے تھے وہیں موصوف نے مکان بنوایا تھا۔ اور زنانخانہ سے ملحق ایک امام بارگاہ بھی تعمیر کرائی اور وقف کر دیا جس میں شب یکم محرم تا بارہ محرم مجلیں کرتے تھے۔ اور اب بھی ہوتی ہیں۔ اور روز عاشورہ بعد ظہر مجلس ہوتی ہے اور بعد مجلس جلوس علم و ذوالجناح برآمد ہوتا ہے۔

مرزاپور میں شیعہ اور سنی کی مطلق تفریق نہیں۔ سب ایک دوسرے مراسم دینی و دنیوی باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ بجا لاتے ہیں۔ مجلس عزا و میلاد شریف وغیرہ نیز دیگر تقریبات میں دونوں فریق رہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ شیعہ و سنی شیر و شکر کے مانند ایک معلوم ہوتے ہیں۔

والد صاحب قبلہ نے اپنے مکان مسکونہ کے مقابل ایک مکان اور خرید لیا تھا جس میں عموماً کرایہ دار آباد رہتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جس زمانے کا یہ ذکر ہے بڑے مانک پور ضلع الہ آباد کے مسمی ریاض احمد صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر ریلوے اسٹیشن مرزاپور اور ہاشم پور پرگنہ کے باشندے نثار احمد صاحب سگنلر (تار بابو) ریلوے اسٹیشن مرزاپور آباد تھے مذکورہ دونوں بزرگوں کے ساتھ ان کے اہل و عیال نہ تھے تنہا وہی دونوں حضرات رہتے تھے۔

وہ دونوں بزرگ نہایت شریف النفس، خوش مزاج اور خوش اخلاق تھے ریاض احمد صاحب نعت گو شاعر تھے ہم لوگوں نے موصوف کو مولانا کا خطاب دے رکھا تھا میں اور میرے بڑے بھائی سید لیاقت حسین مرحوم اور ہمسایہ اہل سنت کے چند ہمارے ہم عمر لڑکے مولانا کی فرصت کے اوقات میں ان کا کلام سننے کے اشتیاق میں ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے ہم سب مولانا اور نثار احمد صاحب سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ اور وہ دونوں صاحبان بھی ہم سے بہت محبت کرتے تھے اسی زمانہ میں نثار احمد صاحب کے ایک عزیز قریب ہاشم پور سے آ کر ان کے مہمان ہوئے تھے تین چار روز کے بعد انہوں نے مولانا سے کہا کہ آپ اپنی داڑھی کے بال اس قدر چھوٹے کیوں کرا دیتے ہیں۔ کیونکہ موصوف لانبی داڑھی کے بال نہ رکھتے تھے، مولانا نے فرمایا کہ "اس میں کیا قباحت ہے انہوں نے کہا" یہ تقلید شیعہ ہے" مولانا نے مسکرا کر فرمایا کیا ہوا کلہ صاف کر دینے سے تو بہتر ہے انہوں نے کہا" مجھے شیعوں کی بعض رسموں سے نفرت ہے"

مولانا نے یہ سمجھ کر کہ یہ حضرت۔ لیاقت حسین و بشارت حسین کو نہیں جانتے۔ کہ یہ دونوں بھائی شیعہ ہیں چاہا کہ کچھ اور کہنے سے پہلے ان کو آگاہ کر دیں تاکہ وہ اور دل آزار گفتگو سے باز رہیں۔ فرمایا یہ دونوں بھائی شیعہ ہیں۔ میرے پاس فرصت تمام اوقات میں بیٹھتے رہیں ان کے والد صاحب بھی اکثر تشریف لاتے ہیں۔ ان میں سے بھی گفتگو رہتی ہے میں نے تو کوئی بات ایسی ان لوگوں میں نہیں پائی جو نفرت کا باعث ہوں۔

مولانا کی یہ بات سن کر بجائے اس کے کہ وہ خاموش ہو جاتے یا کلام کا رخ بدل دیتے مزید وضاحت کے ساتھ یہ بیان کرنا شروع کیا:۔

شیعوں کی بیشمار رسموں میں دو رسمیں ایسی ہیں جو کسی کافر و مشرک میں بھی نہیں پائی جاتیں۔

پہلی یہ کہ وہ اپنے مردوں کو غسل دیتے ہیں تو اس کے پاخانہ کے مقام میں گز یا لوہے کی سلاخ ڈال کر اس کی آنتیں صاف کرتے ہیں اگر ایسا نہ کرے تو ان کا مردہ پاک نہیں ہوتا۔"

دوسری نہایت شرمناک رسم یہ ہے کہ شیعوں کے مذہب میں ایک ہو عید ہوتی ہے۔ "عید غدیر" جس میں دن کے وقت ایک کمرے میں ماؤں بہنوں۔ خالاؤں پھوپھیوں۔ بیٹیوں بھانجیوں اور بھتیجیوں کے ڈوپٹے ایک جگہ ملا کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور رات کو اندھیرے میں خاندان مرد جن میں کوئی کسی کا بھائی ہوتا ہے کوئی کسی کا بیٹا ہوتا ہے اور کوئی کسی کا چچا ہوتا ہے کوئی کسی کا باپ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ جاتے ہیں اور جس کے ہاتھ میں جس کا ڈوپٹہ آجاتا ہے خواہ وہ ماں کا ڈوپٹہ ہو خالہ کا ہو پھوپھی کا ہو بیٹی

کا ہو۔ بہن کا ہو بھانجی یا بھتیجی کا ہو وہ اس رات اسی سے مقاربت کرتا ہے اور شیعوں کے اعتقاد میں اس فعل سے بجائے گناہ کے بہت ثواب ہوتا ہے"

مولانا نے فرمایا "میں دو سال سے اس مکان میں رہتا ہوں۔ میں مذکورہ عید کی محفلوں میں بھی شریک ہوا ہوں جس میں مولا علیؑ کی منقبت میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ اور تقریریں ہوتی ہیں۔ لیکن جو باتیں آپ بیان کرتے ہیں کسی سے نہیں سنیں"

وہ کہنے لگے کہ یہ عید بہت پوشیدہ طور سے منائی جاتی ہے۔ میرے ایک شیعہ دوست نے جو مجھے اپنے بھائی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اس عید سے آگاہ کیا اور اپنے ساتھ شریک بھی کیا۔ اس کو بھی شیعوں کی اس رسم اور اس بیہودہ اعتقاد سے سخت نفرت ہے

اب میں بول اٹھا کہ "جناب کا یہ بیان قطعی غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب بقول آپ کے اس جشن عید میں صرف خاندان کے ہی لوگ شریک ہوتے ہیں تو آپ غیر خاندان کے فرد کیسے شریک ہو گئے؟ کہنے لگے آپ تو جرح کرتے ہیں

میرے جواب سے جناب مولانا صاحب اور میرے بھائی لیاقت حسین صاحب مسکرائے اور وہ خاموش ہو گئے۔ تاہم مجھے ان کی گفتگو سے سخت اذیت پہنچی حالانکہ اس وقت میری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی اور میں شیعہ سنی کے باہمی اختلاف سے قطعی ناواقف تھا کیونکہ بزرگوں کی تعلیم و تاکید یہی تھی کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ شیعہ یا سنی زبان پہ

لانا نہایت معیوب سمجھتے تھے۔

میں نے شب کو اپنے والد صاحب سے ان کی یہ گفتگو بیان کی۔ دوسرے روز صبح کو قبلہ موصوف ان کے پاس گئے۔ اور ان سے مذکورہ عید کا ثبوت طلب کیا اور فرمایا کہ اگر آپ شیعوں کی کسی کتاب میں اسی بیان کردہ عید دکھا دیں تو میں مذہب شیعہ ترک کر کے مذہب اہلسنت اختیار کر لوں گا۔ ورنہ آئندہ ایسی بہتان طرازی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ فساد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں تو آپ کا اسلئے احترام کرتا ہوں کہ شاہ احمد صاحب کے مہمان ہیں اس لئے میرے نزدیک مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مولانا نے بات بڑھنے نہ دی اور درمیان میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔

غرض اس تذکرے سے یہ تھی کہ "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" اگرچہ وہ بزرگ نہایت متعصب اور شیعوں سے سخت متنفر تھے۔ اور ان کی گفتگو سے مجھے بہت سخت تکلیف پہنچی تھی۔ لیکن اتنی گفتگو میرے لئے تحقیق کا باعث ہوئی کیونکہ مجھے اسی وقت سے مذہبی کتابوں کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن علمی قابلیت مطلق نہ تھی ان کتابوں کا صحیح طور سے سمجھنا میرے امکان میں نہ تھا کیونکہ اکثر و بیشتر عربی و فارسی کے الفاظ ہوتے جن کے سمجھنے سے میں قاصر تھا۔

اردو کی چند کتابیں اور دینیات اور قرآن مجید پڑھنے کے بعد میرے والد صاحب قبلہ نے مجھے فارسی پڑھنے پر مامور فرمایا اور جناب مولوی بخش صاحب قبلہ المتخلص بہ نکتہ راہل سنت کے سپرد فرمایا جناب مولانا موصوف اورینٹیل پرشین ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ ہائی اسکول مرزاپور میں مدرس تھے میں بھی انہی کی

ایماء سے اسی اسکول میں پڑھنے لگا چونکہ ہمسایہ کے میرے ہم عمر لڑکے سب انگریزی اسکول میں پڑھتے تھے وہ میرا مذاق اڑایا کرتے اور جب انکے ساتھ میں کھیل و تفریح میں شریک ہوتا تو صرف میں اچھوت کے مانند ہوتا تھا اور مجھے بجائے دلبستگی کے سخت اذیت پہنچتی تھی۔ لہٰذا میں فارسی تعلیم سے بہت بددل اور متنفر ہو گیا اور چاہتا تھا کہ انہی لڑکوں کے ساتھ انگریزی پڑھوں میں نے اسکول جانا چھوڑ دیا اور تعلیم یکقلم مترورف ہو گئی والد صاحب قبلہ نے ہر چند کوشش کی مگر میری طبیعت رجوع نہ ہوئی قبلہ موصوف نے جبر و تشدد سے کام لینا مناسب نہ سمجھا اور مجھے بالکل آزاد چھوڑ دیا۔

شاعری کا بھی شوق تھا مگر نظم کے ابجد و امور سے بھی آگاہ نہ تھا میں نے اسی دوران میں ایک سلام کہا لیکن بغیر اصلاح کے مجلس میں پڑھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی سوچتے سوچتے انہی میرے شفیق معلم جناب مولوی محمد بخش صاحب قبلہ کی جانب ذہن نے رسائی کی ایک روز چار بجے شام کے قریب نہایت ندامت اور خجالت کے ساتھ میں قبلہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ اسکول کا وقت ختم ہونے کے بعد اپنے جائے قیام پر جانے کے لئے اسکول کے دروازے سے برآمد ہو رہے تھے میں موصوف کے انتظار میں وہیں کھڑا ہوا تھا مجھے دیکھکر فرمایا "بشارت میاں تم کس غرض سے کھڑے ہو" میں نے سلام کر کے عرض کیا "آپ ہی کے انتظار میں کھڑا ہوں" اور وہ کاغذ جس پر سلام لکھا ہوا تھا پیش کر کے کہا کہ اس پر اصلاح چاہتا ہوں۔ قبلہ موصوف نے نہایت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے وہیں کھڑے کھڑے ان اشعار کو پڑھا اور بہت تعریف کی پھر اپنے جائے قیام کی طرف روانہ ہوتے جو اسکول

سے تھوڑے فاصلے پر تھی۔ میں بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ میں موصوف نے مجھے نصیحت کرنا شروع کردی فرمایا "تم کو شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ شوق تو اچھا ہے مگر تمہارے امکان سے باہر ہے۔ تم جاہل ہو۔ اور جاہل کو شعر و سخن سے کیا واسطہ۔ تم نے تعلیم حاصل کرنا ترک کردیا۔ لہو ولعب میں اپنا قیمتی وقت ضایع کر دیا۔ تمہارے ساتھ کے لڑکے فارسی کے تمام امتحانات پاس کرکے عربی کے بڑے اونچے اونچے درجہ میں پہونچ گئے۔ اور تم جاہل کے جاہل رہ گئے جانوروں سے بدتر۔ اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی ضایع شدہ زندگی کو سنوار سکتے ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو بھی اس سال منشی کے امتحان کے لئے تیار کرسکتا ہوں۔ تم کو تو کچھ دشواری ہی نہیں ہوسکتی تم ماشاءاللہ بہت ذہین ہو۔ بہت کچھ پڑھ چکے ہو۔ مختصر یہ کہ شفقت و ملامت سے ملی جلی ایسی نصیحتیں فرمائیں کہ میں بہت متاثر ہوا اور مجھے اپنے تضیع اوقات پر بڑا صدمہ ہوا۔ میں نے۔ میں نے اسی وقت سے حصول تعلیم کا مصمم ارادہ کرلیا۔ موصوف نے فرمایا تم اسکول میں نام لکھوالو۔ تمہارے ہم مذہب جناب مفتی سید مقبول حسین صاحب ہیڈ مدرس ہیں۔ تم ان سے خوب واقف ہو۔ وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔ اور خاص توجہ سے تم کو پڑھائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے چھوٹے چھوٹے لڑکے منشی کا کورس پڑھ رہے ہیں۔ اور میں نے تو ابھی گلستان و بوستان تک مکمل نہیں پڑھی ہے۔ پہلے آپ ان دونوں کتابوں کو مجھے اول تا آخر پڑھا دیں تو میں اسکول میں نام لکھوالوں گا اور منشی کے نصاب کی کتابیں پڑھنا میرے لئے آسان ہو جائے گا۔ موصوف نے فرمایا کہ اگر تم واقعی پڑھنا چاہتے ہو تو میں پڑھانے کو تیار ہوں۔ تم روزانہ اسی وقت میرے مکان پر آجایا کرو۔ الغرض

میں باقاعدہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ اور قبلہ موصوف نے تمام دن اسکول میں تعلیم دینے اور خستہ و مضمحل ہونے کے بعد چار بجے سے چھ بجے تک دو گھنٹہ توجہ اور محنت سے پڑھانے لگے۔ نہ اپنے آرام کا خیال نہ تکان کا احساس نہ مطلق تعریف وستائش کی خواہش، نہ شکریہ کے طالب۔ دنیا میں اب ایسے شفیق استاد کہاں نصیب ہیں، بالکل بے لوث ہر طرح بے نیاز، غرض صرف یہ کہ ایک حیوان نما انسان حقیقت میں انسان بن جائے

میں نہایت محنت سے حصول علم میں مشغول ہو گیا۔ کیونکہ اب دل سے لگی تھی۔ اور میرے اس والہانہ حصول تعلیم کے سب سے بڑے محرک میرے مکان کے کرایہ دار جناب نثار احمد مذکور الصدر کے مہمان عزیز تھے اور وہی میرے لئے سبب خیر ثابت ہوئے۔ مختصر یہ کہ پانچ دو مہینہ مولانا موصوف سے تعلیم حاصل کی۔ پھر موصوف ہی کے اصرار سے اسکول میں داخل ہو گیا۔ اسی ڈیپارٹمنٹ میں جناب مولانا مفتی السید مقبول حسین صاحب دام ظلہ العالی ہیڈ مدرس تھے۔ موصوف نے بھی مجھ پر خاص توجہ فرمائی اور نہایت محنت و شفقت سے تعلیم دی۔ آپ کی شفقت و توجہ کی حد یہ تھی کہ جب میں منشی کا امتحان دینے الہ آباد گیا تو قبلہ موصوف کے ذہن میں نسر نثر ظہوری کے ایک شعر کے معنی اس مفہوم سے کچھ مختلف سمجھ میں آئے جو تعلیم کے دوران میں سمجھائے تھے۔ امتحانات علوم مشرقی دسمبر کی تعطیل میں ہوا کرتے تھے، اور اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں تعلیم ہوا کرتی تھی۔ قبلہ موصوف اس تعطیل میں اپنے وطن مالوف بنارس تشریف لے گئے تھے، وہیں سے آپ ۱۱ بجے شب کی گاڑی سے روانہ ہو کر اس وقت میرے پاس الہ آباد یونیورسٹی میں پہونچے جب میں اپنے جائے قیام ہوسٹل سے پرچہ کرنے امتحان ہال میں جا رہا تھا۔ اس روز پہلا پرچہ فارسی ادب ہی کا تھا۔ مفتی صاحب قبلہ نے مجھے اس شعر کے اور کئی مطالب سمجھائے۔ پھر دوسری ٹرین سے واپس بنارس تشریف لے گئے۔ رات بھر سفر کی تکلیف برداشت کی آمد و رفت میں کرایہ ریل اپنے پاس سے صرف کیا۔ فقط اس لئے کہ شاگرد

اچھے نمبروں سے کامیاب ہو جائے۔

میری زبان و قلم میں طاقت نہیں کہ اپنے دونوں استادوں کا شکریہ ادا کرسکوں جن کے فیوض و برکات سے میں اس قابل ہوا کہ کچھ دینی خدمت کرسکوں۔

اے سب سے بہتر صلہ دینے والے معبود میرے دونوں شفیق استادوں کو اپنی بارگاہ سے وہ بلند و عظیم اجر عطا فرما جو میرے اور دنیا میں ہر ایک کے وہم و گمان سے بالاتر ہو۔ آمین ثم آمین۔

آمدم برسر مطلب۔ ایک مرتبہ دوران تلاوت قرآن مجید میں اس آیت پر پہنچ کر نظر رک گئی۔ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ ۝ (سورہ بقرآیت ۱۷۰ پ۲)

یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اسی طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ اُن کے باپ دادا عقل سے کچھ کام نہ لیتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہی رہے ہوں۔

اور اثنائے مطالعہ کتب میں بڑی مسندہ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی نظر سے گزر چکی تھی کہ:۔

ستفترق امتی علی ثلثۃ وسبعین فرقۃ واحدۃ منہا ناجیۃ والباقون فی النار

یعنی میری اُمت میں تہتر فرقے ہوں گے ان میں ایک نجات پائیگا اور باقی سب جہنم میں جائیں گے

پھر ایک مرتبہ اثنائے تلاوت قرآن مجید میں اس آیت کی تمہید و تاکید کا دل پر بہت اثر انداز ہوئی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوا اَنفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (سورہ تحریم پ۲۸ آیت ۶)

یعنی اے ایمان والو۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اس پر وہ تند خو اور سخت مزاج فرشتے موکل ہیں کہ خدا ان کو جس کام کا حکم دیتا ہے۔ وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں

بلکہ وہی کرتے ہیں جو خدا ان کو حکم فرماتا ہے۔

مذکورہ آیتوں اور حدیث سے میں نے یہ نتیجہ نکالا:۔ اسلام میں تہتر فرقے ہوں گے ایک نجات پائیگا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ حالانکہ وہ باقی فرقے بھی خدا اور رسول کے قائل ہیں۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله۔ زبان پر جاری کرتے ہیں یعنی توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کو کلام اللہ جانتے ہیں۔ کعبہ معظمہ کو قبلہ جانتے ہیں۔ لیکن بموجب حدیث مذکورہ جہنم میں جائیں گے

دوسرے یہ کہ باپ دادا کے مذہب پر بلا تحقیق قائم رہنا عقلاً درست نہیں

تیسرے یہ کہ تحقیق بعد فرقہ ناجیہ میں شامل ہو کر اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بھی فرقہ ناجیہ میں داخل کر کے جہنم کی آگ سے محفوظ و مصئون کر لینا ضروری ہے۔

لہذا میں نے تحقیق کرنا شروع کی۔ اہل سنت کے تمام فرقوں کے عقائد و اصول باہم قریب قریب ملتے جلتے پائے سوائے شیعوں کے جن کے عقائد و اصول برادران اہل سنت کے عقائد سے بالکل مختلف ثابت ہوئے۔ میں نے ہر دو فریق کے علماء کی لکھی ہوئی مناظرہ کی کتابیں پڑھیں۔ شیعوں نے اپنے دعووں کو اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا۔ لیکن برادران اہل سنت اپنے دعووں کو شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرنے سے قاصر رہے ہیں بلکہ اپنے دعووں کے ثبوت میں اپنی ہی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جس سے ان کی کمزوری عقلاً مجھ پر ثابت ہو چکی تھی تاہم میں نے مزید احتیاط کی بنا پر کوشش کی کہ شیعوں نے اہل سنت کی جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان مضامین کو بچشم خود ان کتابوں میں دیکھوں تاکہ میرا یقین حق الیقین کے درجہ پر پہونچ جائے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے میں نے ان کی معتبر کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، موطائے مالک مشکوۃ شریف۔ وغیرہ نیز مناظرہ

کو نشر کتابیں قیمتاً خرید کر مطالعہ کیا اور اُن مضامین کو حرف بحرف صحیح پائے جن کا ذکر شیعوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

چونکہ صحیح عقائد ہی صحیح اعمال کے ذمہ دار ہیں اور صحیح اعمال ہی نجات کا باعث ہیں اور صحیح و غلط اور حق و باطل کا امتیاز صرف عقل سے کیا جاتا ہے اور دین اسلام بھی سراسر عقل کے مطابق ہے جیسا کہ خدائے عزاسمہ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفہ نفسہ (سورہ بقر آیت ۱۳۰) یعنی کون ہے دین ابراہیم (اسلام) سے روگردانی کرے سوائے اس کے جو اپنے آپ کو احمق بنائے یعنی عقل سے کام نہ لے۔ اور عقل سے کام نہ لینا غفلت ہے اور غافلوں کے حق میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "لقد ذرانا لجھنم کثیرمن الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون o (سورہ اعراف پ۹ آیت ۱۷۹) گویا ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

عقل سے کام نہ لینے والے جب روز قیامت جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تو ان پر فرشتے اس طرح حجت تمام کریں گے اور وہ اپنی ندامت کا اس طرح اظہار کریں گے۔

کلما القی فیھا فوج سالھم خزنتھا الم یاتکم نذیر o قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شئ ان انتم الا فی ضلال کبیر o وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر o فاعترفوا بذنبھم فسحقا لاصحاب السعیر o (سورہ ملک پ۲۹)

جب دوزخ میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے داروغۂ جہنم پوچھے گا کیا تمہاری طرف

کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں ڈرانیوالا ہمارے پاس آیا تو تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ خدا نے کچھ نازل نہیں کیا ہے تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہو اور کہیں گے کہ اگر ہم ان کی بات دل سے سنتے اور عقل سے کام لیتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے"

مختصر یہ کہ میں نے شیعہ اور برادران اہل سنت کی معتبر کتابوں سے اُن ہر ایک کے عقائد توحید و نبوت و امامت وغیرہ کی تحقیق کی اور تحقیق کے بعد عقائد مذہب شیعہ کو عقل کے مطابق پایا اس لئے اس پر یقین کے ساتھ قائم ہوں۔ اور اپنی تحقیق کا خلاصہ یعنی "عقائد توحید و نبوت و امامت" صرف اس لئے شائع کرنا اپنا فرض سمجھا ہوں کہ مغربی علوم سے آراستہ اکثر و بیشتر شیعہ نوجوان جو حقیقی اسلام سے بے خبر سرگشتہ و حیران ہو کر اسلام میں فرقوں کی کثرت کے باعث اسلام ہی سے متنفر و منحرف ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حقیقی اسلام اُن پر مثل آفتاب کے روشن و منور ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ میری اس کتاب کے مخاطب برادران اہل سنت ہرگز نہیں ہیں اور نہ ان پر تعریض مقصود ہے۔ نہ یہ غرض ہے کہ وہ اس کو پڑھ کر شیعہ ہو جائیں — درحقیقت یہ کتاب ان کیلئے تالیف ہی نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کی اُنکو ممانعت ہے۔ اگر وہ ملاحظہ فرمانا چاہیں تو نہایت شوق سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور مؤلف کتاب پر الزام لگانے سے پہلے اُن حوالوں کو جو اُن کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمالیں۔ اگر وہ حوالے غلط ثابت ہوں تو مؤلف ہر سزا کا مستحق ہے۔

کتاب کے اس حصے میں صرف توحید و نبوت کے متعلق ہر دو مذاہب کے عقائد ایک دوسرے کے مقابل لکھے گئے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ تمام مضامین ہر ایک کی اردو کتابوں سے لئے جائیں خواہ وہ عربی کی معتبر کتابوں کے ترجمے ہوں یا اصل تصنیف و تالیف ہوں تاکہ اردو داں حضرات ان حوالوں کو بچشم خود دیکھ کر سمجھ سکیں لیکن جن کتابوں کا اردو ترجمہ نہیں حاصل ہو سکا مجبوراً اصل کتاب سے متعلقہ حرف بحرف درج کر کے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔

اس مختصر رسالہ میں آریہ پنڈت دیانند کی مؤلفہ مشہور کتاب "رنگیلا رسول"

کی بھی پوری پوری تردید ہو گئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عیش پرست اور خواہشات نفسانی کا بندہ ثابت کیا گیا ہے اور برادران اہلسنت کی جانب سے آج تک اس کتاب کی تردید کہیں نظر سے نہیں گذری۔

دوسرے حصہ میں انشاء اللہ شیعہ و سنی حضرات کے عقیدہ امامت و خلافت اور ان کے تسلیم شدہ خلفا کے حالات ایک دوسرے کے مقابل پیش کئے جائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

آخر میں محبان محترم جناب سید علی گوہر صاحب و جناب مشتاق حسین صاحب زیدی اور مداح اہلبیت اطہار جناب سید ممتاز حسین ممتاز زمانیوی دام مجدہم کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے مضامین سے آگاہ ہو کر بہت سراہا اور اس کی طباعت و اشاعت کے اخراجات حتی الامکان خود برداشت کرنے پر آمادہ تھے۔ خصوصاً مخلص مکرم و مشفق محترم آل محمد جناب سید جعفر طیار صاحب جعفر زیدی خود اس کی مکمل طباعت و اشاعت پر مصر تھے بلکہ موصوف نے اس کتاب کے دوسرے حصوں کی تالیف میں معاون چند کتابیں بھی خرید فرما کر مرحمت فرمائی ہیں۔ خداوند عالم ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

لیکن میں نے ان محبان محترم کو اس کی طباعت و اشاعت کے انتظام اور دوڑ دھوپ میں مبتلا کرنا مناسب نہ سمجھا اور خود ہی اپنی نگرانی میں طبع کرانا بہتر معلوم ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ حق و باطل

الحمد للہ کفیٰ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امن اتبع الھدیٰ

مسلمانوں میں خواہ کتنے ہی فرقے ہو گئے ہوں مگر حقیقت میں دو ہی فرقے ہیں۔ اہلسنت اور شیعہ، انہی دونوں کی شاخیں بڑھتے بڑھتے تہتر تک پہنچ گئی ہیں اور ہر ایک فرقہ نے اپنا نام بھی علیحدہ علیحدہ رکھ لیا ہے۔ لیکن دونوں فرقوں کے عقائد کی بنیادیں جو ہیں اُن میں اس فرقے کے تمام شعبے متحد ہیں لہٰذا ان ہی دونوں فرقوں یعنی اہل سنت اور شیعہ حضرات کے توحید و نبوت سے متعلق عقائد دونوں کی معتبر کتابوں سے لکھے جاتے ہیں۔ صحیح و غلط کا فیصلہ خود ناظرین کی قوت فکر و نظر پر منحصر ہے۔

شیعوں کا عقیدۂ توحید

توحید کے بارے میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ کے مختصر اقتباسات نہج البلاغہ سے درج کیے جاتے ہیں جس میں حضرت نے اپنے شیعوں کو توحید کی تعلیم دی ہے اور تمام دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔ اس کی تشریح و توضیح جناب مولانا کلب حسین صاحب قبلہ عرف کبن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے اپنی ایک مجلس میں جو فرمائی تھی وہ "مجالس العارفین" سے درج کی جاتی ہے۔

لاتدرکہ بعد الھمم ولا ینالہ غوص الفطن وہ خدا وہ ہے کہ ہمتوں کی انتہا اس کا ادراک نہیں کرسکتی اور سمجھ کی گہرائی اُس کو پا نہیں سکتی۔ یعنی وہ جسم و جسمانیات سے مبرا ہے اُس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اس کی رویت محال ہے۔ الذی لیس لصفتہ حد محدود ولا لغت موجود۔ وہ خدا ایسا ہے جس کی تعریف کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اُس کی ذات میں کوئی صفت موجود نہیں (کیونکہ صفت ذات سے الگ ہوتی ہے اگر کوئی صفت مانی جائے تو وہ دو صورت سے خالی نہیں یا تو ہمیشہ سے موجود ہے یا بعد میں پیدا ہوئی۔ اگر ہمیشہ سے ہے تو ایک اس کی ذات قدیم دوسری اس کی صفت قدیم۔ جب دو قدیم ہوئے تو توحید نہ رہی۔ اگر بعد میں کوئی صفت پیدا ہوئی تو اس سے قبل اس کی ذات اس صفت سے خالی تھی۔ مثلاً علم۔ اگر علم ہمیشہ سے موجود تھا تو دو قدیم ہوئے۔ یعنی خدا ذات اور علم سے مرکب ہوا اور ہر مرکب مسبوق الاجزا سے مرکب ہوتا ہے اور ہر مسبوق الاجزا حادث ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں حادث ہو جائیں گے۔ قدیم نہ رہیں گے۔ اگر وہ صفت حادث ہو گی اور خدا میں پائی جائے گی تو خدا محل حوادث ہو جائے گا اور جو محل حوادث ہو ممکن ہوتا ہے اس لیے خدا ممکن الوجود ہو جائے گا واجب الوجود نہ رہے گا۔)

ولا وقت معدود ولا اجل ممدود نہ اس کے لیے کوئی وقت مقرر ہے نہ مدت۔ (کیونکہ وقت نام ہے حرکت افلاک کا اور اجل کہتے ہیں مدت کو۔ جس نے فلک کو پیدا کرکے حرکت دی اور جس نے مدت کو خلق کرکے مدت بنا ماخود اس کے لیے وقت اور مدت کس طرح معین ہو سکتے

ہیں)۔۔۔۔ پھر اس کے بعد حضرت خلائق کی تخلیق کا تذکرہ فرماتے ہیں۔
اول الدین معرفتہ۔ دین کی ابتدار خدا کی معرفت ہے (کیونکہ اگر اس کو نہ پہچانا تو دین کیونکر حاصل ہو سکتا ہے) وکمال معرفتہ التصدیق بہ اور کمال معرفت اس کی تصدیق ہے وکمال التصدیق بہ توحیدہ اور کمال تصدیق اس کی توحید ہے وکمال توحیدہ الاخلاص لہ اور کمال توحید یہ ہے کہ خالص توحید کا قائل ہو۔ کسی اعتبار سے شرک نہ ہونے پائے (اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ خدا کو جسم و جسمانیات سے اور عرض و عرضیات سے بری سمجھے۔ اس لیے کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب ممکن ہوتا ہے واجب الوجود نہیں ہوتا اور ہر عرض محل کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو واجب الوجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ واجب اسے کہتے ہیں جو غنی بالذات ہو۔ لہٰذا اگر توحید کو جسم و جسمانیات، عرض و عرضیات سے مبرا نہ سمجھے تو وہ توحید نہ ہو گی۔

وکمال الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ لشہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف وشہادۃ کلّ موصوف انہ غیر الصفۃ فمن وصف اللہ سبحانہ فقد قرنہ ومن قرنہ فقد ثناہ ومن ثناہ فقد جزاہ ومن جزاہ فقد جہلہ ومن جہلہ فقد اشار الیہ ومن اشار الیہ فقد حدّہ ومن حدہ فقد عدہ ومن قال فیہا فقد ضمنہ ومن قال علی فقد اخلی منہ۔

اور کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے تمام صفات کی نفی کرے (ممکن ہے کہ کوئی اس کا جسم واحد نہ سمجھے لیکن اس کے صفات کی اس میں ترکیب سمجھ لے مثلاً خدا کی ذات میں علم، قدرت، ارادہ یا کلام پایا جاتا ہے تو اگر اس کی ذات کو صفات کا محل بنا دیا تو گویا اس کو مرکب سا کے محل کثرت سمجھ لیا ہو

یہ خالص توحید نہ ہوگی کیونکہ مخلوقات صفات سے مرکب ہوتے ہیں اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اسکے صفات عین ذات ہیں تاکہ ترکیب لازم نہ آئے خدا اس معنی سے عالم نہیں ہے کہ اس میں علم پایا جاتا ہے قادر اس معنی سے نہیں ہے کہ اس میں صفت قدرت پائی جاتی ہے بلکہ جو ذات ہے وہی علم ہے وہی قدرت ہے۔

ہے۔ کہ اُس میں علم پایا جاتا ہے۔ قادر اس معنی سے نہیں ہے کہ اُس میں صفت قدرت پائی جاتی ہے۔ بلکہ جو ذات ہے وہی علم ہے وہی قدرت ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس نے خدا کے لئے صفت قرار دی اُس نے اُس کا مقابل قرار دیا اور جس نے مقابل تیار کیا اُس نے خدا کو دو سمجھ لیا جس نے دو سمجھا اُس نے تقسیم کے قابل سمجھا اور جس نے دو پر تقسیم کیا وہ اُس سے جاہل ہے اور جس نے خدا کو قابل اشارہ سمجھا اُس نے حد مقرر کی اور جس نے حد مقرر کی اُس نے اس کو معذور سمجھا اور جس نے کہا کسی چیز میں ہے اس نے خدا کو شامل سمجھا اور جس نے کہا خدا کسی چیز پر ہے اُس نے (اس شے کو) اُس سے خالی سمجھا کائن لاعن حدث موجود لاعن عدم وہ ہے مگر یہ نہیں کہ وہ پیدا ہوا ہے۔ موجود ہے۔ مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا ہے (دنیا میں جتنے موجودات ہیں وہ پہلے نہ تھے اب ہوئے ہیں لیکن خدا وہ ہے جو اب بھی ہے اور پہلے بھی تھا)

یہ ہے اعتقادِ توحید شیعوں کا جس کی تعلیم انھوں نے اپنے امام اول باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السّلام سے پائی ہے۔ اس کے بعد اب ضرورت نہ تھی کہ شیعوں کے اعتقاد توحید کا کچھ اور ثبوت پیش کیا جائے۔ یہی تعلیم ابتدا سے شیعوں کے بچوں کو دی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو تعلیم بچپن میں دی جاتی ہے وہ تاحیات پتھر کی لکیر کے مانند دل پر نقش رہتی ہے۔

چھوٹے بچوں کو توحید کی ابتدائی تعلیم جو دی جاتی ہے وہ دینیات کی دوسری

کتاب سے درج ذیل ہے جس میں نہایت اختصار کے ساتھ خدا کی مکمل توحید سمجھا دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو دینیات کی دوسری کتاب نوشتہ جناب مولانا مولوی حافظ سید فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ ؛ ۔

توحید

خدا ایک ہے اگر کئی خدا ہوتے تو جہان کے انتظام میں بکھیڑا ہوتا۔ ایک خدا کچھ کہتا دوسرا کچھ کہتا۔ اس سے آپس میں تکرار ہوتی اور کوئی چیز پیدا نہ ہو سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور خدا ہو ہی نہیں سکتا۔

صفات ثبوتیہ

یعنی جو باتیں خدا میں پائی جاتی ہیں وہ آٹھ ہیں۔
قدیمؔ۔ قادرؔ۔ عالمؔ۔ مدرکؔ۔ حیؔ۔ مریدؔ۔ متکلمؔ۔ صادقؔ

(۱) قدیم۔ یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جیسے دنیا کی سب چیزیں پہلے نہ تھیں بعد میں پیدا ہوئیں۔ اور کل نہ رہیں گی۔ اگر خدا بھی اسی طرح ہوتا تو کسی دوسرے پیدا کرنے والے کی اُس کو ضرورت ہوتی۔

(۲) قادر۔ یعنی ہر کام کی قدرت سب کام کا اختیار۔ جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے۔ ایسی سینکڑوں دنیا، ہزاروں آسمان لاکھوں زمین بنائے بگاڑے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مجبور ہوا اور وہ ہماری طرح مجبور نہیں ہے۔

(۳) عالم۔ یعنی وہ ذرہ ذرہ۔ کونے کونے کی سب چیزوں کو جانتا ہے اس لیے کہ سب چیزیں اُسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

(۴) مدرک۔ یعنی وہ ہماری طرح آنکھیں نہیں رکھتا اور دیکھتا ہے۔ کان نہیں رکھتا اور سُنتا ہے۔ اسی طرح اُس کو سمیع و بصیر کہتے ہیں۔

(۵) حیّ۔ یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کو درد، بیماری

اور موت نہیں۔

(۶) مرید۔ یعنی اس کو مجبوری اور بے بسی نہیں، ہر شے پر قابو۔ ہر کام پر اختیار رکھتا ہے جو چاہتا ہے فوراً ہو جاتا ہے۔

(۷) متکلم۔ یعنی ہر چیز سے باتیں کرا سکتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ پیغمبرؑ کے لیے درخت سے باتیں کرادیں۔

(۸) صادق۔ یعنی اس کی باتیں سچی، اس کا وعدہ پکا۔ نہ جھوٹ بولتا ہے نہ وعدہ کے خلاف کرتا ہے۔ صرف اسی کے وعدہ پر دنیا چل رہی ہے۔

صفات سلبیہ

جو باتیں خدا میں نہیں پائی جاتیں وہ آٹھ ہیں۔ مرکب۔ مکان۔ حلول۔ تغیر۔ مرئی۔ احتیاج۔ شرکت۔ صفت زائد۔

(۱) مرکب۔ وہ مثل انسان، یا حیوان کے آگ، پانی، ہوا اور مٹی یا کسی اور کسی چیز سے مل کر نہیں بنا۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اُسی کی بنائی ہوئی ہیں۔

(۲) مکان۔ یعنی اُس کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے۔ جیسے آدمی کو رہنے اور چیزوں کو رکھنے کے لیے جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ہر جگہ نظروں سے غائب اور اپنی قدرت سے موجود ہے۔

(۳) حلول۔ یعنی آدمی کے بدن میں جیسے روح اور بادل میں پانی سماتا ہے اسی طرح وہ کسی چیز میں گھستا نہیں۔ نہ اُس میں کوئی چیز سماتی ہے۔

(۴) تغیر۔ وہ جیسا ہے ویسا ہی رہے گا۔ درختوں کی طرح اگتا بڑھتا پھولتا پھلتا نہیں ہے۔ نہ اس کے لیے جوانی ہے نہ بڑھاپا۔

(۵) مرئی۔ دنیا ہو یا آخرت، نہ کبھی کہیں دکھائی دیا ہے اور نہ کبھی دکھائی دیگا۔

(۶) احتیاج۔ اُس کو بھوک پیاس، کھانے پینے، رونے ہنسنے کی احتیاج۔

نہیں - اگر وہ لاپرواہ نہ ہوتا تو تمہاری طرح وہ بھی محتاج ہوتا۔

(۷) شرکت - اُس کا کوئی شریک و مددگار نہیں۔

(۸) صفت زائد - کوئی صفت اُس کی ذات سے الگ نہیں - ہر صفت اُس کی عین ذات ہے۔ عالم جیسے علم حاصل کرنے کے بعد عالم کہلاتا ہے ویسے ہی خدا سے علم الگ نہیں۔

اہلِ سنت کا عقیدۂ توحید

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، صحیح ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، میں خدا کے بارے میں حسب ذیل حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کے اردو ترجمے میں درج کرتا ہوں۔

خدا کا دیدار یہ عام عقیدۂ اہل سنت ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں (ایک شب) ہم حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے - اتنے میں آپ نے نظر اُٹھا کر چاند کو دیکھا اور فرمایا قیامت کے دن تم لوگ اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو - دیدار الٰہی سے لوگوں کا ہجوم تمہارے لیے مانع نہ ہوگا۔

" ترجمہ صحیح بخاری شریف مترجمہ فخر سادات سید عبدالدائم الجلالی الانولوی حدیث نمبر ۵۹۶ جلد اول پ ۳ صفحہ ۵۴ - وحدیث نمبر ۱۵۶۹ جلد سوم پ ۲۷ صفحہ ۱۳۴ بروایت ابوہریرہ - دوسری حدیث اسی کتاب کی جلد دوم پ ۱۸ میں حدیث نمبر ۸۰۲ حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا قیامت کے روز ہم اپنے رب کو دیکھیں گے۔ فرمایا ہاں کیا دوپہر کے وقت جبکہ ابر نہ ہو تم کو سورج کے دیکھنے میں کچھ شک ہو سکتا ہے

صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اسی طرح خدا کے دیدار میں بھی کچھ شک نہ ہوگا۔ صفحہ ۲۰۸۔ صحیح مسلم شریف مترجمہ علامہ آغا زرفیق صاحب بلند شہری نشر کردہ ریحانہ فاروقی دہلی جامع مسجد مطبوعہ وسیم فائن آرٹ پریس دیوبند حدیث ۱۶۷، صفحہ ۳۵ مثل بمضمون حدیث بخاری شریف نمبر ۸۰۸، مذکورہ بالا۔ اس کے راوی ابوہریرہ ہیں۔ وحدیث نمبر ۱۲۰۰ صفحہ ۲۵۰ صحیح مسلم حصہ دوم

عزیز دوستو!

خدا کے دیدار کا عقیدہ خدا کے لیے جسم و مکان ثابت کرتا ہے خدا کو محدود کرتا ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو دیکھنے کے لیے اس کا جسم ہونا ضروری ہے۔ جسم ہوگا تو اس کے لیے جگہ اور مکان کی ضرورت ہے۔ جب مکان ثابت ہوا تو خدا بھی محدود ہوا اور محدود ہوا تو حادث ہوا۔ کیونکہ محدود شے کا ہمیشہ سے وجود نہیں ہوتا۔ ہر شے حادث ہے یعنی نہیں تھی وجود میں آئی اور جو شے نہیں تھی اور پیدا ہوئی وہ فانی ہے لہذا دیدار کا عقیدہ خدا کو فانی قرار دیتا ہے۔ علاوہ ازیں خداوند عالم نے اپنی رویت کی خود نفی فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (آیت ۱۰۳ سورہ الانعام پ)

اس کو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔ (قرآن مجید مترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی پارہ ۷، آیت ۱۰۳ صفحہ ۲۲۳ سورہ الانعام) دوسرے مقام پر قرآن میں فرماتا ہے۔

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال

سبحانک تبت الیک وانا اوّل المؤمنین ○ سورۂ الاعراف پ ۹ آیت ۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھے دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں، ارشاد ہوا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہے تو تم بھی دیکھ سکو گے پس اس کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی اس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا کہ بے شک آپ کی ذات منزہ ہے آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔ ترجمہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۲۶

عربی زبان سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ "لن" نفی کی ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے۔ لن ترانی تم کبھی نہ دیکھو گے۔ اس تاکید کے باوجود خدا نے اپنی رویت مشروط کر دی کہ پہاڑ کو دیکھو اگر وہ اپنے مقام پر قائم رہ جائے تو تم مجھے بھی دیکھ لو گے۔ لیکن پہاڑ قائم نہ رہا اور چور چور ہو گیا۔ لہذا رویت کی نفی بدستور باقی رہی اور یہ سمجھا کہ خدا نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی تھی تو خدا نے دوسری آیت میں اس کی تردید فرما دی ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلک اهل الکتاب ان تنزل علیهم من السمآء فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلك فقالوا ارنا الله جهرة فاخذ تهم الصعقة بظلمهم (اے رسول اہل کتاب جو تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک کتاب آسمان سے نازل کرا دو تو تم (اس کا خیال نہ کرو کیونکہ) یہ لوگ تو موسیٰ سے تو اس سے بڑھ بڑھ کر درخواست کر چکے ہیں۔ چنانچہ کہنے لگے کہ ہمیں خدا کو ظاہر بظاہر دکھا دو تب ان کو ان کی شرارت کی وجہ سے بجلی نے لے ڈالا یعنی ان پر بجلی گر پڑی معلوم ہوا کہ سابقہ آیت میں تجلی

للجبل میں تجلّیٰ تھا

حضرت عائشہ نے بھی رویت باری تعالیٰ کی بہت سختی سے تردید فرمائی ہے ملاحظہ ہو:۔

مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا "اماں کیا رسول اللہ صلعم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ فرمایا تیرے اس قول سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کیا تجھے تین باتوں کے متعلق کوئی واقفیت نہیں ہے؟ جو شخص تجھ سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس کے ثبوت میں حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔

کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "اگر تجھ سے کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلعم آئندہ کل کے واقعات کو جانتے تھے وہ جھوٹا ہے۔ اس کے ثبوت میں حضرت عائشہؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وما تدری نفس ماذا تکسب غدا۔ (پ ۲۱ آیت ۳۴ سورہ لقمان)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا اگر کوئی تجھ سے یہ کہے کہ رسول اللہ صلعم نے کچھ چھپا لیا تھا لوگوں پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ بھی جھوٹا ہے۔ اس کے ثبوت میں حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ۔ ہاں حضور نے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ حدیث نمبر ۲۰۶۳ ترجمہ بخاری شریف جلد دوم پارہ ۲۰)

بہرحال دیدار کا عقیدہ خدا کو مجسم ثابت کرتا ہے اور حضرت عائشہ کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ کل کے واقعات کو نہ جانتے تھے تو قرآن مجید سے موصوفہ

سورہ الانعام پ ۷ ع ۱۳ — آیت ۵۱ الشوریٰ پارہ ۲۵

کے اس ارشاد کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ خداوند عالم آنحضرت کی شان میں فرماتا ہے وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (آیت ۱۱۳ سورۃ النساء پ۵) اور خدا نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور جو کچھ تم نہیں جانتے تھے تمہیں بتا دیا اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ بیشک پیغمبر کو ذاتی طور پر کوئی علم نہ تھا لیکن خداوند دانائے غیب وشہادت نے جب آپ کو سب کچھ بتا دیا تو کل کا کیا ذکر آپ نے قیامت تک کے حالات بتا دیئے چنانچہ بخاری شریف کی یہ حدیث شاہد ہے "حضرت حذیفہ کہتے ہیں ایک بار حضورِ اقدس صلعم نے ہمارے سامنے لیکچر دیا اور جو چیز قیامت تک ہونے والی ہے اس کو ذکر کیا کچھ نہیں چھوڑا۔ جس شخص نے اس کو جانا اس نے مان لیا اور جس شخص نے نہ جانا نہ جانا۔ میں اس میں سے بعض چیزیں بھول گیا ہوں لیکن اب دیکھ کر پہچان لیتا ہوں جس طرح غائب آدمی جب سامنے آئے تو اس کو آدمی پہچان لیتا ہے (ترجمہ بخاری شریف مذکورہ ص۱۳۶ جلد سوم حدیث نمبر ۱۵۹۴)

خدا ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: "ہمارا پروردگار جب ہر رات میں آخری تہائی باقی رہتی ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے میں اس کی بخشش عنایت کروں۔ (ترجمہ بخاری شریف مذکور پارہ ۳۰ حدیث نمبر ۲۴۲ صفحہ ۲۲۰ جلد سوم)

اس حدیث سے خدا کے لئے مکان ثابت ہوا اور جب مکان ثابت ہوا تو وہ

محدود ہوا۔ یعنی خدا آسمان اول پر نہیں ہوتا بلکہ ہر رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو آتا ہے۔ حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حسب ذیل آیتیں:۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ پارہ ۲) (اے رسول) جب میرے بندے میرا حال تم سے پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں ان کے پاس ہی ہوں۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (سورہ ق آیت ۱۶ پ ۲۶) (خدا فرماتا ہے کہ ہم انسانوں سے) ان کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

فلولا اذا بلغت الحلقوم ۵ وانتم حینئذ تنظرون ۵ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ۵ (سورہ واقعہ آیت ۸۳، ۸۴ و ۸۵) جب جان کھنچ کر گلے تک آجاتی ہے اور تم اس وقت (کی حالت) پڑے دیکھا کرتے ہو اور ہم اس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو۔

الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیمۃ ان اللہ بکل شی علیم ؛

کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب کو) خدا جانتا ہے جب تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ہوتا ہے تو وہ (خدا) اس کا ضرور چوتھا ہے اور پانچ کا (مشورہ) ہوتا ہے تو وہ ان کا چھٹا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور چاہے جہاں کہیں ہوں وہ ان کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ وہ دنیا میں کرتے رہے قیامت کے دن انکو اس سے آگاہ کر دے گا

خلقت عالمین سے پہلے خدا ایک ابر میں رہتا تھا

ابی زین کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا تو آپ نے فرمایا عما رمیں تھا (یعنی ایک باریک ابر میں) نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اوپر، اور پیدا کیا خدا نے اپنا عرش پانی پر (ترمذی) یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ عمار سے یہ مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ مشکوۃ شریف مترجم صفحہ ۸۳۶ حدیث نمبر ۵۰۴۵ ترجمہ آغا رفیق بلند شہری نشر کردہ دارالفرقان جامع مسجد دہلی۔

خدا کا عرش پر بیٹھنا اور اس کا چرچرانا

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ایک دیہاتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ خدا کی عظمت کیا ہے؟ اس کا عرش آسمان کو محیط ہے اس طرح سے، یہ فرما کر آپ نے دونوں ہاتھ کو قبہ کی صورت میں بنایا اور دکھایا کہ جس طرح یہ ہاتھ کسی چیز کو گھیر لیتا ہے اسی طرح اس کا عرش آسمان کو گھیرے ہوئے ہے اور پھر فرمایا کہ عرش باوجود اس قدر بڑا ہونے کے خداوند بزرگ و برتر کے جلوس فرمانے پر اس طرح بولتا ہے جس طرح اونٹ کا کجاوہ بولتا ہے جب اس پر کوئی سوار رہتا ہے۔ (مشکوۃ شریف مذکور مترجم صفحہ ۸۳۶ حدیث ۵۰۴۷ بحوالہ ابوداؤد)

خدا کے ہاتھ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں، حضور پاک نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا۔ پھر فرمائے گا "زمین کے بادشاہ کہاں ہیں (آج) میں بادشاہ ہوں۔ ترجمہ بخاری شریف مذکور پارہ ۲۰ جلد دوم حدیث ۲۰۲۰ صفحہ ۲۴، پارہ ۲۷ جلد سوم، حدیث ۱۵۲۰، ۱۵۲۱ صفحہ ۱۳۰۔ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم حدیث 1051 صفحہ 219

میں بھی یہی حدیث مرقوم ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ ہی راوی ہیں۔

خدا کا پیر دوزخ میں

حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور پاک نے فرمایا۔ کافروں کو، دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے بالآخر خداوند تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا تو دوزخ کہے گی بس بس۔ صحیح بخاری شریف مترجم مذکور حدیث ۲۰۵۶، صفحہ ۲۵۲ اور حدیث ۲۰۵۸ صفحہ ۲۵۳ راوی حضرت ابوہریرہ وزبدۃ البخاری ترجمہ صحیح بخاری شریف مترجمہ آغا رفیق بلند شہری حدیث ۱۵۷، صفحہ ۹۰۴ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور اور صحیح مسلم جلد دوم حدیث ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸ راوی ابوہریرہؓ اور انسؓ علی الترتیب۔

روز قیامت مسلمانوں کے پاس خدا کا صورت بدل بدل کر آنا

بذیل حدیث ۱۵۷، پارہ ۲۷ جلد سوم ترجمہ صحیح بخاری شریف مذکور (آنحضرتؐ نے فرمایا روز قیامت) خدا تعالیٰ لوگوں کو جمع کر کے فرمائے گا جو شخص جس چیز کی پرستش کرتا ہو وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ یہ حکم سُن کر سورج پرست سورج کے ساتھ، چاند پرست چاند کے ساتھ اور بت پرست بتوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور یہ امت باقی رہے گی جس کے اندر منافق بھی ہوں گے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں پر اُس شکل کے ساتھ ظاہر ہو گا جو ان کے اعتقاد کے خلاف ہو گی اور فرمائے گا "میں تمہارا رب ہوں مسلمان کہیں گے نعوذ باللہ خدا ہم کو تجھ سے پناہ میں رکھے۔ ہم اس جگہ اپنے رب کے انتظار میں ہیں تاکہ وہ ہمارے سامنے نمودار ہو۔ جب ہمارا رب ہمارے سامنے نمودار ہو گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔ دوبارہ خدا تعالیٰ اس شکل میں نمودار ہو گا جس کو وہ اپنے اعتقاد کے مطابق جانتے ہوں گے اور فرمائے

گا: میں تمہارا رب ہوں مسلمان اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور عرض کریں گے بے شک تو ہمارا رب ہے بقدر حاجت اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں

خدا کا صورت بدل کر آنا اور اپنی پنڈلی کھولنا تو مسلمانوں کا اس کو سجدہ کرنا

دوسری حدیث میں خدا کے دیدار کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت ارشاد فرماتے ہیں:-

پھر منادی ندا کرے گا جو قوم جس چیز کی پرستش کرتی ہو اس کے ساتھ ہو جائے۔ صلیب والے اپنی صلیب کے ساتھ اور بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ۔ غرض ہر مذہب والے اپنے خداؤں کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ فقط خدا کے پرستش کرنے والے رہ جائیں گے۔ اور ان میں نیک اور بد اور بقایائے اہل کتاب بھی ہوں گے۔ پھر جہنم کو ان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور جہنم ایسا معلوم ہو گا جیسے سراب ہوتی ہے کہ دیکھنے والے دور سے اس کو پانی سمجھیں گے۔ پھر یہودیوں سے کہا جائے گا تم کس چیز کی پرستش کرتے تھے۔ یہ کہیں گے عزیرؑ بن اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کہا جائے گا تم نے جھوٹ بولا۔ خدا کے کوئی بیوی بیٹا نہیں ہے اور تم کیا چاہتے ہو۔ یہ کہیں گے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو پانی پلاؤ کہا جائے گا کہ (جاؤ) پیو۔ تب یہ سب جہنم میں (جو دور سے پانی معلوم ہو رہا تھا) جا پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہم مسیح بن اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ کہا جائے گا تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا کی کوئی بیوی بیٹا نہیں ہے اور تم کیا چاہتے ہو۔ یہ کہیں گے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو پانی پلاؤ کہا جائے گا کہ (جاؤ) پیو پس یہ بھی جہنم میں گر پڑیں گے اور فقط وہی نیک و بد لوگ رہ جائیں گے جو خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائیگا کہ سب لوگ تو گئے تم یہاں

کر بس کھڑے ہو۔ یہ کہیں گے ہم ان لوگوں سے جب ہی علیحدہ ہو گئے تھے۔ (یعنی دنیا میں) جبکہ ہم کو ان سے ملنے کی زیادہ ضرورت تھی اور ہم نے منادی کی آواز سُنی ہے کہ ہر گروہ جس کی پرستش کرتا ہو اُس کے ساتھ ہو جائے پس ہم اپنے پروردگار کے منتظر ہیں (رسول اقدس صلعم نے) فرمایا تب ان کے پاس ان کا پروردگار آئے گا جس صورت میں انھوں نے اس کو پہلے نہ دیکھا ہوگا اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔ یہ کہیں گے تو ہمارا رب نہیں ہے اور اس دن نبیوں کے علاوہ کوئی بات نہ کرے گا اور (خدا) پھر فرمائے گا کہ تم کو کوئی نشانی بھی معلوم ہے جس سے تم اس کو پہچان سکو یہ کہیں گے ہاں ساق (یعنی پنڈلی) ہے پس اُس وقت (اللہ جل شانہٗ) اپنی ساق کھولے گا۔ اور ہر مومن اس کو سجدہ کرے گا اور وہ لوگ سجدہ نہ کریں گے جنھوں نے لوگوں کو دکھانے اور سنانے کو (دنیا میں) سجدہ کیا ہوگا اور یہ شخص سجدہ کرنا چاہے گا مگر اس کی پشت ایک تختہ ہو جائے گی (اور وہ سجدہ نہ کر سکے گا) بقدر حاجت اس کے بعد صراط اور اُس پر سے لوگوں کے گذرنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے راوی ابو سعید خدریؓ ہیں (ترجمہ صحیح بخاری شریف پارہ ۳ جلد سوم حدیث ۲۳۹۲ صفحہ ۲۱۴ اور ترجمہ صحیح مسلم شریف حصہ اول حدیث نمبر ۱۶۷ صفحہ ۳۵ و حدیث نمبر ۱۶۸ صفحہ ۳۶، ۳۷

ترمذی شریف مترجمہ حضرت علامہ سید نذیر الحق قادری مفتی اعلیٰ، نشر کردہ دار الفرقان دفتر آستانہ جامع مسجد دہلی میں خدا کے دیدار کا ذکر حدیث نمبر ۲۷، صفحہ ۴۶۸ میں ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بجلی ہیں اور خدا کا مسلمانوں کے پاس صورت بدل بدل کر آنا اور دوزخ میں اپنا قدم ڈالنے کا ذکر حدیث نمبر ۳۳ صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰ میں ہے

مذہب اہلسنت میں عقل سے کام لینے کی ممانعت

مندرجہ بالا حدیثیں اور حدیث نمبر ۳۴ ، لکھنے کے بعد جس میں اینڈھے کی شکل میں دوزخ اور جنت کے درمیان موت کو ذبح کرنے کا ذکر ہے امام ترمذی تحریر فرماتے ہیں ۔

"رسولؐ خدا سے اس قسم کی بہت سی روایتیں مروی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذکر آیا ہے کہ لوگ خدا کو دیکھیں گے اور (اللہ تعالیٰ) کے قدم اور اسی طرح اور چیزوں کا ذکر ہے ۔ ان کے متعلق ، امام سفیان ثوریؒ ، امام مالک بن انسؒ ، امام سفیان بن عیینہؒ ، امام بن مبارک اور امام وکیعؒ وغیرہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ انھوں نے ان چیزوں کو روایت تو کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم ان کو روایت تو کرتے ہیں (اور ان کے ظاہر پر) ایمان بھی لاتے ہیں مگر (ان کی حقیقت کے بارے میں) گفتگو نہیں کرتے کہ یہ کیسی اور کس طرح کی ہوں گی ۔ محدثین نے بھی یہی طریقہ پسند کیا ہے کہ یہ حدیثیں جس طرح مروی ہیں ان کو روایت کر دیا جائے اور ان پر ایمان بھی لایا جائے مگر ان کی (اپنی عقل سے) تفسیر نہ کی جائے نہ وہم کیا جائے اور نہ یہ کہا جائے کہ پاؤں اور ہاتھ وغیرہ کس طرح کے ہیں (یعنی اللہ کے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سے کیا مراد ہے) اور یہ امر اہل علم کا ہے جسے انھوں نے اختیار کیا ہے اور جس کی طرف وہ گئے ہیں ۔ اور حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ "وہ ان سے اپنا تعارف کرائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے ظاہر ہوگا (جس سے وہ اُسے پہچان لیں گے) ترمذی شریف مذکور مترجم صفحہ ۷۰، ۴ ۔

مذہب شیعہ کا عقلی ہونا اور قرآن مجید میں عقل سے کام لینے کی تاکید

مذہب سے ناواقف میرے دوستو! اور نوجوانو! مذہب شیعہ عقلی ہے۔ قرآن میں خداوند عالم نے عقل والوں ہی سے خطاب فرمایا ہے۔ متعدد آیتیں ہیں جن میں سے چند آپ کی اطلاع کے لیے درج کی جاتی ہیں۔

واتقون یا اولی الالباب: اے عقل والو مجھ سے (ہی) ڈرو!
(آیت ۱۹۷ سورہ بقرہ پ۲)

کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تعقلون: خدا اپنی آیتیں تمہارے لیے اس طرح صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو! (آیت ۲۴۲ سورہ بقرہ پارہ ۲)

وما یذکر الا اولوا الالباب اور صاحبان عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں (آیت ۲۶۹ ۲۷۱ سورہ بقرہ پارہ ۳)

کتاب انزلناہ الیک مبارک لید بروا ایتہ ولیتذکر اولوا الالباب: اے رسول کتاب قرآن جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ (آیت ۲۹ سورہ ص پارہ ۲۳)

وتزودوا فان خیر الزاد التقوی واتقون یا اولی الالباب (راستہ کے لیے) زادِ راہ مہیا کرلو اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے اور اے عقل والو مجھ سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۹۷)

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ (آیت ۱۹۰ پ ۴ سورہ آل عمران) بے شک آسمانوں اور زمینوں کی خلقت اور رات دن کی تبدیلی میں عقل والوں

کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

معلوم ہوا کہ عقل سے کام لینے والوں کے لیے خداوند عالم اپنی نشانیوں کا ذکر فرماتا ہے یعنی یہ نشانیاں خدا کو پہچاننے کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا جو عقل سے کام نہیں لیتا وہ خدا کو نہیں پہچانتا۔

عقل سے کام نہ لینے والوں کو خدا جانوروں سے بدتر قرار دیتا ہے ارشاد فرماتا ہے۔ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ہ آیت ۴۴ سورۃ الفرقان پارہ ۱۹ (اے رسول) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان (گمراہوں) میں اکثر بات سنتے یا عقل سے کام لیتے ہیں (نہیں) یہ تو بس جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ (راست) سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ان شرّ الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون (آیت ۲۲ سورۃ انفال پارہ ۹) اس میں شک نہیں کہ زمین پر چلنے والے تمام جانوروں سے بدتر خدا کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

عقل سے کام نہ لینے والے جب روز قیامت دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو جہنم پر موکل فرشتے اُن پر اس طرح حجت تمام کریں گے۔

کلما القی فوج سالھم خزنتھا الم یاتکم نذیر ہ قالوا بلی قد جاءنا نذیر ہ فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلال کبیر ہ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا من اصحاب السعیر ہ (آیات ۸ تا ۱۰ سورہ الملک پارہ ۲۹)

جب اُس میں (یعنی جہنم میں) کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے جہنم پر موکل

فرشتہ پوچھے گا کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانیوالا ضرور آیا تھا مگر ہم نے اُس کو جھٹلایا اور کہا کہ خدا نے کچھ نازل نہیں کیا ہے تم تو سخت گمراہی میں پڑے ہو۔ اور کہیں گے کہ اگر ہم ان کی باتیں دل سے سنتے اور عقل سے کام لیتے تو (آج) دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

عقل سے کام لینے والوں کی خدا مدح فرماتا ہے۔ ارشاد ہے۔

والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لھم البشریٰ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔

(آیت ۱۷ و ۱۸ سورہ الزمر پ۲۳)

ترجمہ (یعنی جو لوگ بتوں سے ان کی پرستش سے بچے رہے اور خدا ہی کی طرف رجوع کی ان کے لیے (جنت کی) خوشخبری ہے تو (اے رسول) تم میرے ایسے بندوں کو خوشخبری دے دو جو باتوں کو (دل لگا کر) سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔

عقل والوں ہی سے شرعی تکلیفیں متعلق ہوتی ہیں۔ نابالغ بچوں اور دیوانوں پر کوئی تکلیف نہیں۔ حلال و حرام میں عقل ہی کے ذریعہ فرق کیا جاتا ہے۔ حق و باطل میں عقل سے ہی تمیز کی جاتی ہے۔ عزیز و بیگانے عقل ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔ ماں بہن بیوی وغیرہ میں عقل ہی سے امتیاز ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان کو اشرف المخلوقات کا شرف حاصل ہے تو صرف عقل ہونے کے سبب سے ورنہ جانوروں اور انسانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

توحید دین کی پہلی بنیاد ہے اگر خدا کو اس کی شایان شان صفتوں کے

علاوہ انسانوں کے اوصاف سے موصوف کیا تو گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حضرت علی علیہ السّلام کا ارشاد پہلے نقل کیا جا چکا ہے اول الدین معرفتہ یعنی دین کی پہلی منزل (بنیاد) اس کی معرفت ہے۔ اگر اعتقاد توحید میں خلل واقع ہوا اور ہم نے عقل سے کام نہ لیا تو روز قیامت دوزخیوں میں شامل ہو کر حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا من اصحاب السعیر اگر ہم بات کو دل سے سنتے اور عقل سے کام لیتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث نے جو پہلے تردید رؤیت باری تعالیٰ میں لکھی جا چکی ہے ان تمام حدیثوں کی تردید کر دی ہے جن میں خدا کے ہاتھ پاؤں اور صورت بدل بدل کر روز قیامت مسلمانوں کے پاس آنے کا تذکرہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعلم نبوت جانتے تھے کہ میرے بعد بہت سی بے سروپا باتیں حدیثوں کی صورت میں مجھ سے منسوب کی جائیں گی۔ اس لیے آپ نے صحیح و غلط حدیثوں کے پرکھنے کا ایک نہایت آسان معیار بتا دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اذا جاءک الحدیث فاضربوہ علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فادعوہ (جب تم کو میری کوئی) حدیث پہونچے تو اس کو کتاب اللہ سے مطابق کرو اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہو تو اس کو لے لو (قبول کرو) اور جو کتاب خدا کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت کا کوئی قول یا عمل کتاب خدا (یعنی وحی الٰہی) کے خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے حبیبؐ کی شان میں خدائے عز و جل خود ارشاد فرماتا

ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی ہمارا رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے (سورہ نجم) قل انما اتبع الا ما یوحیٰ الیّ ۔ کہدو اے رسول کہ میں تو بس اسی کا پابند ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ (آیت ۹ سورہ احقاف ۴۶)

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے آنحضرت کی صحیح حدیث بیان کر کے پیغمبرؐ کی ذات اقدس کو ان تمام غلط منسوبات سے پاک و بری کر دیا اور اس آیت کی تصدیق فرمادی:۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون تمہارا صاحب عزت پروردگار ان تمام صفتوں سے پاک ہے جن سے (اس کی معرفت سے بے بہرہ لوگ) اس کو متصف کرتے ہیں۔

لیکن ایک سخت دشواری درپیش ہو گئی اور وہ یہ کہ حضور انور صلعم نے فرمایا ہے کہ:۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "مجھ پر جھوٹ نہ باندھو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا۔ وہ یقیناً دوزخ میں داخل ہوگا"

حدیث ۱۱۰ پارہ ۱ صفحہ ۲۲ جلد اوّل ترجمہ بخاری شریف مذکور۔

مذکورہ حدیث عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت انسؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۴ علی الترتیب منقول ہے: پارہ ۱ صفحہ ۲۲ ترجمہ بخاری شریف مذکور جلد اوّل مذکورہ پانچوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے والا یقیناً دوزخ میں جائے گا۔ تو حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت ابو سعید خدری جریر بن مطعم، ابن زین جیسے بلند پایہ صحابیوں سے وہ تمام حدیثیں مروی ہیں جن میں خدا کا دیدار یا تقدیر

وغیرہ کا ذکر ہے۔ تو ان حضرات کا کیا حشر ہوگا ۔ اور پھر مشہور حدیث اصحابی کالنجوم فبای اقتدیتم اھتدیتم (یعنی میرے تمام اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی تم اقتدا کرلوگے ہدایت پا جاؤ گے۔) کا مصداق مذکورہ اصحاب کو سمجھنا چاہیے یا نہیں۔ اگر ان کی اقتدا میں خدا کے ہاتھ پیر چہرہ وغیرہ یعنی خدا کے جسم مکان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں تو کیا ہدایت حاصل ہو جائے گی؟ اس مشکل کا حل علمائے کرام ہی فرما سکتے ہیں۔

اعتقاد نبوت و عصمت انبیاء و اوصیاء علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ

چونکہ معرفت و اطاعت اور عبادت کے احکام کے مجموعہ کا نام دین و مذہب ہے اور بندوں تک اس پسندیدہ مجموعہ کو پہونچانے اور تعلیم دینے کے لئے اس نے (خدا نے) جن لوگوں کو اپنے اور بندوں کے درمیان ذریعہ اور واسطہ قرار دیا ہے انہی کو انبیاء اور ان کے جانشینوں کو اوصیا کہتے ہیں۔ اور چونکہ اولاد آدم میں خواہش پرستی، حقوق تلفی ظلم اور ستم کے ارتکاب کا مادّہ بھی ہے۔ اس لئے نظام عالم کی درستی اور دفع نزاع کی غرض سے خدا کو بندوں پر حاکم مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہوئی جو صاحب قوت ہو۔ لہٰذا خدا اور اس کے بندوں کے درمیان نظم کی اصلاح اور قواعد و احکام کی تعلیم دو ضرورتوں کو پورا کرنے والوں کی ضرورت ہوئی۔

اور ان ضرورتوں کو پورا کرنے والے خود دوسرے معلم اور ناظم و مدبر کے محتاج نہ ہوں۔ ورنہ وہ بھی مثل اپنی رعایا کے نبی اور وصی نہ ہوسکیں گے اور خدا کی غرض پوری نہ ہوگی اور اس کا پسندیدہ دین رواج نہ پائے گا۔ لہٰذا خداوند عالم نے ان دونوں حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے انہی لوگوں کو تجویز کیا جو قواعد و احکام مذہب سے آگاہ

بھول چوک اور گناہ و خطا وغیرہ کل ایسے عیوب سے پاک ہوں تاکہ ان دونوں حاجتوں کے پورا ہونے میں خلل واقع نہ ہو اور ان کے کلام کا وقار ان کی ترویج میں معین اور موثر ہو۔ انہی لوگوں کو نبی، رسول، اور حجت خدا کہتے ہیں (مقدمات انوار القرآن بیسواں مقدمہ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ اصلاح پریس کھجوہ ضلع سارن، بہار ہند)

شیعوں کا عقیدۂ عصمت:- علمائے امامیہ نے عصمت انبیاء و اوصیاء پر اتفاق کیا ہے اور اس پر کہ گناہان صغیرہ و کبیرہ ان سے سرزد نہیں ہوتے۔ کسی طرح کے گناہ نہ سہو و نسیاں کے طریقہ سے نہ تاویل میں خطا کی قسم سے نہ غلطی کی راہ سے۔ نہ پیغمبری سے قبل نہ پیغمبری کے بعد نہ طفلی میں نہ بزرگی میں اور تواتر اور اجماع سے معلوم ہے کہ ان کی عصمت پر اعتقاد رکھنا ائمہ کا مذہب ہے بلکہ دین شیعہ کی ضروریات سے ہے اور عقلی و نقلی بے شمار دلیلیں اس امر پر کتب کلامیہ میں قائم کی گئی ہیں۔ یہاں بعض دلیلوں کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے:-

پہلی دلیل:- انبیاء و اوصیاء اس لیے تجویز کئے گئے ہیں کہ خطا کار بندوں کی اصلاح کریں تاکہ دنیا کا نظام خراب نہ ہو اور فتنہ و فساد و قتل نفوس وغیرہ سے بنی آدم محفوظ رہیں اگر اصلاح کرنے والے خود خطا کار ہوتے تو دنیا کا انتظام بگڑ جاتا اور خدا کی غرض حاصل نہ ہوتی اس لیے ضروری ہے کہ دنیا کے مدبر اور مصلح و منتظم خطا کاری سے محفوظ رہیں۔

دوسری دلیل:- خدا نے ان لوگوں کو اس واسطے بھیجا کہ اس کے محبوب و پسندیدہ دین کے قواعد و احکام لوگوں کو تعلیم کریں۔ اگر وہ خود جھوٹے ہوتے یا قواعد و احکام کو بھول سکتے۔ یا غلطی اور اشتباہ سے یا حان کر قواعد و احکام کو بدل دیتے۔ یا کمی یا زیادتی کر کے بیان کرتے۔

تو لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت باقی نہ رہتی اور لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے اور دین خدا ان سے نہ لیتے۔ پھر دین خدا رواج نہ پاتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ اپنے دین کو رواج دینے والا ایسے لوگوں کو تجویز کرے جو ابتدائے عمر سے آخر تک بھول، چوک، دھوکا، اشتباہ اور گناہانِ صغیرہ اور کبیرہ وغیرہ کل نقائص سے پاک اور بَرا ہوں۔ تاکہ اپنی غرض زائل کرنے کا الزام خود اس پر نہ آئے جو ہر عاقل کے لیے قبیح ہے اور حکیم علی الاطلاق کے لیے قبیح تر۔

ابتدائے عمر کی قید اس لیے بڑھائی گئی کہ عام طور سے دیکھا جا رہا ہے کہ جو لوگ کچھ دن بے اعتباری کے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کا وقار اور اعتبار جاتا رہتا ہے پھر ان کا ہر قول و فعل مشکوک رہتا ہے اور اس کی صحت و سچائی پر اطمینان نہیں ہوتا۔ تو اگر ایسا نبی مبعوث ہوتا جس سے لوگ اُس کے نبی ہونے سے پہلے عیب اور بُرے افعال دیکھ چکے ہوتے تو نبی ہونے کے بعد بھی لوگ اُس کی طرف سے مطمئن نہ ہوتے اور اُس کے قول و فعل کی صحت و سچائی میں دغدغہ رہتا اور اس کی پیروی نہ کرنے والوں پر خدا کی حجت تمام نہ ہوئی اور اُس کا دین رواج نہ پاتا اور غرض اس کی حاصل نہ ہوتی۔

تیسری دلیل: آیت: اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۂ نساء آیت ۵۹ پارہ ۵)

یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر (صاحبان حکومت) کی جو تم میں سے ہوں۔ اس آیت میں خدا نے اپنے عام بندوں کو حکم دیا ہے کہ انبیاء و اوصیاء کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور آیت لا تطیعوا امر المسرفین (سورہ شعراء آیت ۱۵۱ پارہ ۱۹)

مسرفین کی اطاعت نہ کرو۔ اس میں خدا خطا کاروں کی فرمانبرداری سے منع کرتا ہے (اور دوسری آیت میں فرماتا ہے ان المسرفین ھم اصحاب النار۔ حد سے بڑھ جانے والے جہنمی ہیں) تو اگر خدا خود خطا کار اور گناہگار انبیاء اور اوصیاء تجویز کرتا تو ایک خرابی یہ لازم آتی کہ رسول یا اولی الامر ہونے کی حیثیت سے ان کی اطاعت کا حکم دے اور خطا کار ہونے کی حیثیت سے ان کی فرمانبرداری سے منع کرے اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی فرمانبرداری واجب بھی اور حرام بھی اور یہ محال بھی ہے۔ اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ اُس نے خطا کار نبی یا اولی الامر تجویز کیا۔ اور جس کی وجہ سے محال لازم آتا ہو وہ خود ہی محال ہے۔ اس واسطے خدا کے لیے خطا کار نبی یا اولی الامر تجویز کرنا محال اور ناجائز ہے۔

دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اگر ایسے خطا کار انبیاء کی پیروی کی جائے تو لا تطیعوا امر المسرفین میں جو ممانعت ہے اُس کی مخالفت استحقاق سزا اور عذاب کا سبب ہوگی۔ اور اگر انبیاء کی مخالفت کی جائے تو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ میں جو حکم ہے اس کی مخالفت سببِ عذاب ہوگی۔

چوتھی دلیل:۔ خطا کار انبیاء اگر کوئی جھوٹا حکم بندوں تک پہونچاتے تو دو حال سے خالی نہ تھا۔ یا خداوند عالم اُس حکم کے بارے میں اس جھوٹے نبی کی تصدیق کرتا یا اس کو جھٹلاتا۔ اگر تصدیق کرتا تو علاوہ اس کے کہ جھوٹے کی تصدیق کرنا خدا پر جائز نہیں ہے اور آیت لعنۃ اللہ علی الکاذبین (سورہ آل عمران آیت ۶۱ پارہ ۳) میں وہ خود جھوٹوں پر لعنت کر رہا ہے اور ان سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے۔ لازم آتا کہ اپنے دین محبوب اور اپنی مرضی کے مخالف حکم کی خود ترویج کرے اور یہ امر عام عقلاً

کے لیے جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ حکیم علی الاطلاق کے لیے جو تمام عیوب ونقائص سے منزہ اور پاک ہے اور اگر اس نبی کو جھٹلاتا تو لازم آتا کہ نبی کے کلام کو بے اعتبار اور بے وقعت قرار دے کر اپنے دین کی اشاعت اور ترویج کو روک دے جس کے لیے انبیاء و اوصیاء کو بھیجا اور اپنی اطاعت و معرفت میں خود رکاوٹ پیدا کرے۔ جس کے لیے دنیا کو پیدا کیا۔ اگر انبیاء صحیح حکم پہونچاتے تب بھی دین خدا رواج نہ پاتا کیونکہ بندوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی جھوٹ بول سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں سے اُس کی وقعت زائل ہو چکی ہے۔ پھر خدا کی حجت بندوں پر تمام نہ ہوتی اور نہ وہ اپنے نافرمانوں پر عذاب کر سکتا اور نہ فرمانبرداروں کو اجر و ثواب دینے میں کوئی معقول عذر نافرمانوں کے سامنے پیش کر سکتا۔

پانچویں دلیل:- خطاکار انبیاء سے اگر کوئی گناہ صادر ہوتا تو عام بندوں پر واجب ہوتا کہ ان کی ملامت اور زجر کریں کیونکہ امر بالمعروف اور نہی المنکر کی ہدایت خود خدا کر رہا ہے فرماتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون ۝ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) یعنی چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو کار خیر کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور نبی کی ملامت اور سزا نبی کی اذیت کا سبب ہے اور ان کو اذیت دینا حرام ہے۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:- والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم (سورہ توبہ آیت ۶۱) یعنی جو لوگ خدا کے رسول کو تکلیف پہونچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ لہٰذا ایک آیت

سزا کو تجویز کرتی ہے اور دوسری آیت سزا کو حرام ٹھہراتی ہے اور یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کی سزا جائز بھی ہو اور حرام بھی ہو۔ (مقدمۂ انوار القرآن ۱۱۵، ۱۱۶ مولفہ مولانا السید راحت حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ گوپالپوری مطبوعہ کھجوہ ضلع سارن) یہ دس دلیلوں میں سے صرف مذکورہ پانچ دلیلیں اختصار کے خیال سے لکھی گئیں، اور بھی عقلی ونقلی دلیلیں دیکھنا منظور ہو تو کتاب مذکور اور حیات القلوب جلد اوّل مترجمۂ حقیر مولف از صفحہ ۳۹ تا ۱۴۱ ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ شیعوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم جن کی اطاعت کا حکم دیتا ہے خواہ وہ رسول ہوں یا اولوالامر یعنی جانشین رسول ان سے ابتدائے عمر سے آخر عمر تک نہ بھول چوک سے نہ جان کر صغیرہ یا کبیرہ کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السّلام کے بارے میں عام مسلمانوں کا عقیدہ

افسوس کہ مجھے برادران اہل سنت کی معتبر کتابوں یعنی صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف، صحیح ترمذی شریف، موطا امام مالک، مشکوۃ شریف وغیرہ میں جو اہلسنت کے تمام فرقوں کے نزدیک کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں عصمت انبیاء کے اثبات میں کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں عصمت انبیاء کے اثبات میں کوئی قول نظر نہیں آتا۔ ان کی اردو کی مذہبی کتابیں بھی دیکھیں مگر عصمت کے بارے میں نہ کوئی دلیل ملی نہ کسی عالم کا کوئی قول ملا جس سے ثابت ہوتا کہ انبیاء ومرسلین علیہم السّلام کو برادران اہل سنت بھی مثل شیعوں کے گناہ و خطا وسہو ونسیان وغیرہ سے مبرا مانتے ہیں۔ البتہ مذکورہ حدیث کی کتابوں میں انبیاء علیہم السّلام کے بارے میں حسب ذیل حدیثیں ملتی ہیں۔ جن سے انبیاء کا معاذ اللہ گناہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

سنی عقیدے میں روزِ قیامت اولوالعزم انبیاء کا اقرارِ گناہ:۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں ایک بار کچھ گوشت پیش کیا گیا اور بکری کا دست اٹھا کر آپ کو دیا گیا۔ کیونکہ آپ کو دست کا گوشت پسند تھا۔ آپ نے دانتوں سے اُس کا گوشت کچھ نوچا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا اور کیا تم کو علم ہے کہ میرے سردار ہونے کی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ اگلے پچھلے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنائے گا اور نگاہیں دوسری طرف کی سب چیزوں کو دیکھ سکیں گی اور سورج (سروں کے) قریب ہو جائے گا اور لوگوں پر ناقابل برداشت غم کا ہجوم ہوگا۔ بعض لوگ کہیں گے "دیکھنا تمہاری حالت کس نوبت تک پہنچ گئی ہے۔ کوئی ایسا آدمی تلاش کرنا چاہیئے جو خدائے تعالیٰ کے سامنے تمہاری سفارش کرے۔ چنانچہ سب لوگ کہیں گے کہ حضرت آدمؑ کے پاس چلو۔ سب لوگ حضرت آدمؑ کے پاس پہونچ کر کہیں گے۔ آپ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ آپ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم کس مصیبت میں ہیں؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو گئی؟ آپ خداوند عالم کے سامنے ہماری سفارش کر دیجیے۔ حضرت آدم فرمائیں گے کہ آج میرا رب اس قدر غضب میں ہے کہ اس سے قبل اس قدر غضب میں ہوا ہے نہ بعد کو ہو گا اس نے مجھے ایک درخت کے کھانے کی ممانعت فرمائی لیکن میں نے اس کا فرمان نہ مانا نفسی نفسی۔ تم مجھے چھوڑ کر نوحؑ کے پاس

جاؤ۔ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے۔ اور کہیں گے " آپ زمین پر
خدا کے سب سے پہلے رسول ہیں۔ خدا نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا
ہے (پھر وہی اپنی مصیبت لفظ بہ لفظ بیان کریں گے اور آپ سے سفارش
کے خواستگار ہوں گے حضرت لفظ بہ لفظ وہی جواب دیں گے جو حضرت
آدمؑ نے دیا تھا اور کہیں گے کہ) "میں تو اپنی قوم کے لیے ایک بد دعا کر چکا
ہوں (جس سے تمام قوم غرقاب ہو گئی تھی) نفسی نفسی نفسی۔ تم مجھے چھوڑ کر
حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے اور
کہیں گے " آپ خدا کے نبی اور خلیل ہیں (پھر اسی طرح اپنی تکلیف بیان
کر کے سفارش کے طالب ہوں گے اور حضرت ابراہیم اسی طرح خدا کے
غضبناک ہونے کا ذکر کر کے فرمائیں گے کہ) میں نے تو دنیا تین جھوٹ
بولے تھے نفسی نفسی نفسی۔ تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت
موسیٰ کے پاس جا کر کہیں گے کہ آپ خدا کے رسول ہیں خدائے تعالیٰ نے
تمام آدمیوں پر آپ کو ہمکلام ہونے کی فضیلت عطا کی ہے (پھر اسی طرح
اپنی مصیبت بیان کر کے سفارش کی التجا کریں گے۔ اور حضرت موسیٰ بھی اسی طرح خدا
کے غضبناک ہونے کا ذکر فرما کر فرمائیں گے کہ) مجھ سے تو ایک قتل سرزد ہو گیا ہے
جس کا مجھ کو علم نہ ہوا تھا نفسی نفسی نفسی۔ تم مجھے چھوڑ کر حضرت عیسےٰ کے پاس جاؤ۔
لوگ حضرت عیسےٰ کے پاس جا کر کہیں گے کہ آپ خدا کے رسول اور کلمہ ہیں اور آپ خدا
کے روح بھی ہیں آپ نے اسی وقت لوگوں سے کلام کیا۔ جب آپ بہت چھوٹے
سے جھولے میں پڑے تھے۔ خدائے تعالیٰ سے آج ہماری سفارش کر دیجئے (حضرت
عیسیٰ بھی اپنے رب کے غضبناک ہونے کا تذکرہ کر کے فرمائیں گے) نفسی نفسی نفسی
حضرت عیسیٰ اپنا کوئی قصور ذکر نہ کریں گے اور کہیں گے تم مجھے چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس جاؤ۔ لوگ مجھ سے آ کر کہیں گے۔ آپ خدا کے رسول ہیں۔ خاتم الانبیا

ہیں۔ خدا نے آپ کے اگلے پچھلے قصور معاف فرما دیئے ہیں (الغرض آنحضرتؐ سفارش کریں گے تو خدا فرمائے گا کہ) تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ اور تم سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھا کر کہوں گا اُمّتی یا ربّ اُمّتی یا ربّ حکم ہوگا محمد اپنی اُمت کو بے حساب بہشت میں داہنے دروازہ سے داخل کرو اور دیگر دروازوں میں بھی یہ لوگ شریک ہیں (یعنی داہنا دروازہ انہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور دیگر دروازے مشترک ہیں) حضور اقدسؐ نے یہ حدیثؐ بیان فرمانے کے بعد (دروازہ کی وسعت بیان فرمائی کہ جنت کی چوکھٹوں کے دو بازوؤں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہوگا جتنا مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصرہ کے درمیان ہے (ترجمۂ بخاری شریف مذکور ص۲۲۷ حدیث ۱۹۲۲ پ۱۹ جلد دوئم ۔ وصحیح مسلم بہ تغیر الفاظ حدیث ۱۲۲ ص ۳۹ ر ۴۰ جلد اوّل۔ اس حدیث کے راوی انس بن مالک ہیں۔ وترجمہ مشکوٰۃ شریف مترجم جناب علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری نشر کردہ ربیعانہ فاروقی دار الفرقان جامع مسجد دہلی۔ حدیث نمبر ۵۳۰ تا ۵۳۰۹ ص ۸۰۷ تا ۸۰۹)

نتیجہ

جب اولوالعزم انبیاء کی خطائیں ثابت ہوئیں تو جو انبیاء انہی کی شریعت کے پابند تھے ان کا کیا ذکر؟ معلوم ہوا کہ انبیاء کے لئے عام مسلمانوں کے مذہب میں عصمت ضروری نہیں۔ خطا کار بھی نبی ہو سکتا ہے۔

ایک نبی کا چیونٹیوں کا گھر جلانا

ابوہریرہ کہتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک پیغمبر کو کسی چیونٹی نے کاٹا۔ پیغمبر نے چیونٹیوں کا مسکان جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تم نے پورے گروہ کے گروہ کو جلا ڈالا۔ حالانکہ وہ خدا کی تسبیح بیان کرتی تھیں (بخاری شریف پ۲ حدیث ۳۲۰ ص ۳۷۱ جلد اوّل) نبی نے انتقام کے جوش میں کتنا بڑا گناہ کیا (معاذ اللہ)

حضرت ابراہیم کے تین جھوٹ

اگرچہ روز قیامت کے تذکرہ میں جناب ابراہیم کی زبانی ان تین جھوٹ کا اشارہ ہوچکا ہے تاہم علیحدہ بھی اس حدیث کو ملاحظہ فرمایئے ۔

ابوہریرہ کہتے ہیں حضورؐ گرامی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جو حقیقت میں تو سچی اور بظاہر جھوٹ معلوم ہوتی ہو۔ ہاں اس طرح کی تین باتیں کہی تھیں ۔ دو باتیں تو خدا کے متعلق کہی تھیں اور ایک سارہ کے متعلق پہلی دونوں باتیں تو یہ ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "میں بیمار ہوں"۔ اور یہ فرمایا تھا کہ یہ فعل (بتوں کا توڑنا) بڑے بت کا ہے ۔ اور تیسری بات کی یہ صورت ہوئی کہ حضرت ابراہیم اور سارہ کا ایک گاؤں میں گذر ہوا ۔ وہاں ایک ظالم بادشاہ موجود تھا ۔ بادشاہ سے کسی نے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ساتھ ایک نہایت حسین عورت ہے ۔ بادشاہ نے ایک آدمی حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجکر دریافت کرایا کہ یہ عورت کون ہے ؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "میری بہن ہے"۔ پھر حضرت نے سارہ سے آکر فرمایا روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی اور ایماندار نہیں ہے ۔ اور اس ظالم نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کیا تھا میں نے اس سے کہدیا کہ تم میری بہن ہو۔ لہذا تم میری تکذیب نہ کرنا ۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا ۔ سارہ چلی گئیں ۔ بادشاہ دراز دستی کرنے لگا لیکن خدائے تعالیٰ نے فوراً اس کی گرفت کرلی ۔ حضرت سارہ سے کہنے لگا آپ میرے لئے خدا سے دعا کیجئے میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہونچاؤں گا ۔ حضرت سارہ نے چھوڑ دیا ۔ (دوبارہ پھر ایسا ہی ہوا ۔ اور حضرت سارہ کی دعا سے وہ بادشاہ بچ گیا تو بادشاہ نے حضرت سارہ کے لئے حضرت ہاجرہ عطا فرمائی ۔ بقدر حاجت حدیث نمبر ۵۲ ص ۹۶۶ ترجمہ صحیح بخاری مذکور پ ۱۳ وحدیث نمبر ۵۵ ص ۶۹ پ ۱۳ مذکور وحدیث نمبر ۹۰ ص پارہ ۲۱ بروایت حضرت ابوہریرہ :

حضرت موسیٰ کا ملک الموت کی آنکھ پھوڑنا

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ملک الموت حضرت موسیٰ کے پاس بھیجا گیا ملک الموت نے جا کر کہا اپنے رب کی تعمیل کرو۔ موسیٰ نے ملک الموت کی آنکھ پر گھونسا مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ فرشتہ موت خدا کے پاس واپس گیا۔ اور عرض کیا۔" الٰہی تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ خدائے تعالیٰ نے ملک الموت کو دوبارہ آنکھ عطا فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ واپس جا کر اس سے کہو کہ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ جس قدر بال تیرے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے ہی سال کی تیری عمر ہو گی (ملک الموت نے موسیٰ کے پاس جا کر حکم پہنچا دیا۔ موسیٰ نے کہا الٰہی اس کے بعد کیا ہو گا ؟ خدائے تعالیٰ نے فرمایا موت۔" حضرت موسیٰ نے عرض کیا تو پھر ابھی سہی (بقدر حاجت) حدیث ۶۹۹ پ ۳ ترجمہ بخاری شریف جلد دوم)

پیغمبر آخر الزماں کے بارے میں

شیعوں کے اعتقادات

آنحضرت معصوم تھے۔ عصمت کے خلاف کبھی کوئی بات نہ کرتے تھے۔ ابتدائے عمر سے آخری سانس تک آپ ہر خطا، غلطی، سہو، نسیان، بھول چوک سے بری تھے۔ کیوں کہ آپ کا ہر قول و عمل وحی الٰہی کے تابع تھا۔ بغیر وحی کے آپ نہ بولتے تھے۔ نہ کوئی عمل کرتے تھے۔ آپ کو خلاق عالم نے پیکر بشری میں اس لئے مبعوث فرمایا تھا تاکہ انسانوں پر حجت تمام ہو سکے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے قل انا بشر مثلکم

یوحیٰ الیّ (پارہ ۲۴ سورہ حٰمٓ سجدہ آیت ۶) یعنی کہہ دیجئے (اے ہمارے حبیب) کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں (لیکن فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ یعنی میرے تمام اقوال و افعال وحیِ الٰہی کے پابند ہیں۔ کیوں کہ میری ذات امت کے لئے نمونہ ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ ۲۱ سورۂ احزاب آیت ۲۱) تمہارے لئے رسول کی ذات عمل کا بہترین نمونہ ہے۔

رسول اگر بشر نہ ہوتے تو انسانوں پر خدا کی حجت پوری نہ ہوتی۔ اور تمام بشر کو پیشِ خدا عذر کرنے کا موقع ملتا۔ کہ رسول اللہ بشر نہ تھے۔ جو کچھ رسولؐ نے فرمایا اور جو کچھ عمل کر کے دکھایا وہ عام انسانوں کی طاقت سے باہر تھا۔ اگر رسولؐ بشر ہوتے اور وہ کام کر کے دکھاتے جس کا ہم کو حکم دیا۔ تو ہم جانتے کہ ہر بشر کر سکتا ہے انا بشر مثلکم کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر بھی عام انسانوں کی طرح خواہشات نفسانی کے پابند تھے۔ آپ کی ذاتِ اقدس دو حیثیتوں کی حامل تھی جیسا کہ عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ ایک حیثیت نبوت کی اور ایک بشریت کی۔ جو اقوال و افعال باعتبار نبوت صادر ہوئے وہ قابلِ اطاعت و لائقِ پیروی ہیں اور جو بشریت کے لحاظ سے ظہور پذیر ہوئے ضروری نہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔

اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے تو پیغمبر کا ہر قول و فعل مشکوک ہو جائے گا۔ ہر حکم کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ بشریت کے اعتبار سے ہو اور ہر عمل کے متعلق شک ہو سکتا ہے کہ شاید یہ بشریت کے لحاظ سے ہو۔ پیغمبر کے اقوال و افعال کو یقین کے ساتھ کون پرکھ سکتا ہے۔ کہ یہ قول یا عمل نبوت کے اعتبار سے ہے اور یہ بشریت کے اعتبار سے۔ آنحضرت کے اقوال و افعال کو بشریت اور نبوت کے لحاظ سے پرکھنے اور علیحدہ علیحدہ کر کے بتانے اور سمجھانے کے لئے بھی کسی اور بلند ہستی کی ضرورت ہوگی۔ جو رسولؐ سے زیادہ صاحبِ علم ہو اور اس کا ہر قول دنیا والوں کے لئے حجت ہو سکے جس کے بتانے تک انسان کے دل کو اطمینان ہو جائے کہ پیغمبر کا یہ قول اور یہ عمل نبوت کی حیثیت سے

ہے اور یہ بشریت کی حیثیت سے پیغمبر کے علاوہ اگر خداوند عالم کسی اور شخص کو پیغمبر سے زیادہ صاحب علم اور بلند مرتبہ خلق فرماتا تو اسی کو رسول عالمین بنا کر بھیجتا۔ لہٰذا پیغمبر کی ذات میں علیحدہ علیحدہ نبوت و بشریت کی دو شقیں قرار دینا باطل ہے۔

انا بشر مثلکم سے صرف یہ مطلب ہے کہ پیغمبر بشر تھے انسان تھے اور آپ کے تمام اقوال و افعال انسانوں کے لئے حجت ہیں۔ جو کچھ آپ نے حکم دیا اور جو کچھ کر کے دکھایا وہ انسانوں کی طاقت سے باہر نہیں ہیں۔

پیغمبر صلعم خدا کے مطیع و فرمانبردار تھے آپ سے زیادہ خدا کی مرضی کا تابع کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ کا کوئی عمل وحی الٰہی کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ آپ کو وحی کی پابندی کا خدا کی جانب سے حکم تھا۔

واتبع مایوحیٰ الیک (سورہ یونس آیت ۱۰۹) اے رسول وحی کی پابندی کرو جو تمہاری طرف کی جاتی ہے۔ واتبع مایوحیٰ الیک من ربک (سورہ احزاب آیت ۲) اے رسول وحی کی پابندی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر کی جاتی ہے اور بار بار پیغمبر کی زبانی حاکم حقیقی کہلواتا بھی رہا کہ:

قل انما اتبع مایوحیٰ الی من ربی (سورۂ اعراف آیت ۲۰۳) کہدو اے رسول کہ میں تو بس اسی کا پابند ہوں جو وحی مجھ پر کی جاتی ہے۔

واذا تتلیٰ علیھم اٰیتنا بینٰت قال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقرآن غیر ھٰذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی ان اتبع الا مایوحیٰ الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ہ (سورہ یونس آیت ۱۵ پ ۱۱)

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی امید نہیں کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لا دیا اس کو بدل ڈالو (اے رسول) کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں کہ میں اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو

اسی کا پابند ہوں جو وحی میری طرف کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر وحی کے پابند تھے۔ اور کوئی عمل بغیر وحی کے نہیں کرتے تھے کیوں کہ خدا کی نافرمانی سے ڈرتے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ خدا اپنے رسولؐ سے کبھی غلطی یا سہو مصلحتہً کرا دیتا تھا تاکہ امت کو ایسا موقع درپیش ہو تو وہ اسی طرح اس غلطی کا تدارک کرے جس طرح پیغمبرؐ اپنی غلطی کا تدارک کر کے دکھائیں۔ مثلاً اگر چو رکعتی نماز غلطی سے دو رکعت پڑھ کر تمام کر دیں یا پانچ رکعتیں پڑھ لیں اور بعد میں ماموین توجہ دلائیں تو اس کا تدارک کر لیں۔ یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا کیوں کہ جس طرح پیغمبرؐ نے نماز کا حکم دیا اور طریقہ بتایا۔ ذکر رکوع و سجود اور تشہد و سلام کی تعلیم دی اور امت نے سمجھ لیا اسی طرح ہر غلطی و سہو وغیرہ کا تدارک بھی تعلیم دینے سے سمجھ جاتی۔ جب زبانی بتانے سے انسان سمجھ سکتا ہے تو عمل کر کے سمجھانا فعل عبث ہوگا۔ اور خدا اپنے رسولؐ سے فعل عبث نہیں کرا سکتا۔

حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں اہلسنت کے عقائد

پیغمبر عادل پر اتہام ناانصافی

عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضورؐ کی بیویوں نے حضرت فاطمہؑ کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؑ نے حاضری کی اجازت طلب کی اس وقت حضورؐ میرے پاس میری چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ حضورؐ نے اجازت دے دی۔ فاطمہؑ نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کی بیویوں نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور عائشہؓ کے معاملہ میں آپ سے

انصاف کی خواستگار ہیں۔ (یعنی یہ چاہتی ہیں کہ آپ سب سے عائشہ کے برابر محبت کریں) عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں خاموشی کے ساتھ ان باتوں کو سنتی رہی۔ حضورؐ نے فاطمہؓ کو جواب دیا۔ "بیٹی جس چیز کو میں پسند کرتا ہوں کیا تم پسند نہیں کرتیں"؟ فاطمہؓ نے کہا ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا تو تم عائشہ سے محبت کرو۔ یہ سنکر فاطمہؓ اٹھ کھڑی ہوئیں اور حضورؐ کی بیویوں کے پاس واپس جاکر ان باتوں سے آگاہ کیا جو ان کے اور حضورؐ کے درمیان ہوئی تھیں۔ حضورؐ کی بیویوں نے فاطمہؓ سے کہا۔ "ہمارا خیال ہے کہ آپ نے ہمارا کام اطمینان کے قابل نہیں کیا۔ آپ پھر حضورؐ کے پاس جائیے اور کہیئے کہ آپ کی بیویاں آپ کو خدا کی قسم دے کر ابوبکرؓ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف چاہتی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا خدا کی قسم میں اس معاملہ میں اب حضورؐ سے کوئی گفتگو نہ کروں گی۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضورؐ کی بیویوں نے زینب بنت جحش کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا جو حضورؐ کی نگاہوں میں میرے برابر درجہ رکھتی تھیں اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے زینبؓ سے زیادہ دیندار، خدا سے ڈرنے والی صادق صلہ رحمی کرنے والی۔ خیرات کرنے والی، اور خداوندی تقرب حاصل کرنے کی کوشش میں اعمال حسنہ کے اندر اپنے آپ کو فنا کر دینے والی عورت نہیں دیکھی۔ البتہ ان کے مزاج میں کسی قدر سختی اور تیزی تھی۔ جو زیادہ دیر تک قائم نہ رہتی تھی۔ زینب نے حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔ حضورؐ اسی حال میں عائشہؓ کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ جس طرح فاطمہؓ کے آنے کے وقت لیٹے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ آپ کی بیویوں نے مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور ابوبکرؓ کی بیٹی کے معاملہ میں آپ سے انصاف کی طالب ہیں"۔ یہ کہکر زینبؓ میرے اوپر گر پڑیں۔ اور مجھ پر زبان درازی شروع کر دی۔ میں حضورؐ کی طرف دیکھتی رہی۔ اور آپ کے گوشۂ اشارہ کی منتظر رہی۔ کہ آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں زینب کی زبان درازی کا جواب دوں) لیکن زینب کی زبان برابر جاری

رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ زینب خاموش ہی نہیں ہوتیں، تو پھر میں نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ میرے جواب دینے کو حضورؐ ناگوار خیال نہ فرمائیں گے تو میں بھی زینب پر برس پڑی اور ان کو ایسی گرفت میں لیا کہ ان کو کہنے ہی کا موقعہ نہ دیا۔ یعنی گفتگو میں ان کو عاجز کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا "یہ بھی (آخر) ابوبکرؓ کی بیٹی ہے۔" (صحیح مسلم شریف مترجم حدیث نمبر ۱۵۳ صفحہ ۱۵۲ حصہ دوم و بخاری شریف مذکور جلد اوّل پ حدیث نمبر ۲۸۵۶ صفحہ ۱۱۲۱۔ اس حدیث کے راوی حضرت عروہ ہیں)

میرا ایمان ہے کہ کوئی مسلمان حضور انور صلعم کی ذات اقدس پر ناانصافی کا الزام نہیں قبول کر سکتا۔ غور کیجئے خداوند عالم آپؐ کے خلق کی مدح ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ انک لعلی خلق عظیم۔ اے رسولؐ تم بہت بڑے بلند اخلاق پر فائز ہو۔ ناانصافی ظلم ہے۔ اور آنحضرتؐ کی ذات اقدس پر ظلم کے ارتکاب کا الزام خدا کے ارشاد کی تردید ہے۔ کہ وہ آپؐ کے بلند اخلاق کی تعریف کر رہا ہے۔ یعنی آنحضرت پر ناانصافی کا الزام خلق عظیم کے خلاف ہے۔

نیز ام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں بھی ان کے مرتبہ کے پیش نظر یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ موصوفہ اپنی ہم مرتبہ، و ہمسر خواتین یعنی پیغمبرؐ کی دوسری بیویوں کی دل آزاری فرما کر اپنی خواہش اور سکون قلب پر خوش ہوتی ہوں گی۔ کیوں کہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے جس سے حضرت عائشہ ناواقف نہیں ہو سکتیں۔ ملاحظہ ہو:-

حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا (جب تک اس قاعدہ کا پابند نہ ہو) کہ جو چیز اپنی جان کے لئے پسند کرے وہی اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے پسند کرے (ترجمہ صحیح بخاری شریف مذکورہ پارہ اوّل حدیث نمبر ۱۲ صفحہ ۱۳۔ و نزہتہ البخاری ترجمہ صحیح بخاری جو صرف قولی حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ مترجمہ مولانا آغا رفیق صاحب بلند شہری مطبوعہ مدینہ پریس بجنور حدیث نمبر ۲ و ترجمہ صحیح مسلم شریف حصہ اوّل حدیث نمبر ۲۵ صفحہ ۱۱) پھر کیسے ممکن تھا کہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ معدنہ ہوتے ہوئے آنحضرتؐ کی دوسری بیویوں کی روحانی تکلیف گوارا کرتیں۔ جبکہ وہ خود دوسری بیویوں کی طرف سے یہی ناانصافی اپنے لئے پسند نہیں کرسکتی تھیں اور خود آنحضرتؐ خدا کے صریحی حکم کے خلاف کیوں کر کرسکتے تھے۔ جب کہ خداوند عالم بلا استثنائے احدے عام حکم دے رہا ہے۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰثہ وربٰع ۚ فان لا تعدلوا فواحدۃ (سورہ نساء پ۴ آیت ۳)

یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکوگے تو اور عورتوں سے اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین اور چار چار نکاح کرو۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم متعدد بیبیوں میں بھی انصاف نہ کرسکوگے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔

دوسری آیت جس میں ہر معاملہ میں اپنے عام بندوں کو بلا استثنائے پیغمبرؐ انصاف کا حکم دیتا ہے۔

اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (پ۵ سورۂ نساء آیت ۵۸)

یعنی جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو یہاں آنحضرتؐ اپنی فریادی دوسری بی بیوں کی فریاد پر اعتنا بھی نہیں فرماتے۔ کیا کوئی مسلمان باور کرسکتا ہے؟ اور کیا ایسے ہی اخلاق کی خداوند عالم مدح فرماسکتا ہے؟

تیسری آیت میں بھی انصاف کا عام حکم ہے۔ اس حکم سے بھی آنحضرتؐ کی ذات مستثنیٰ نہیں ہے۔

ان اللّٰہ یامرکم بالعدل والاحسان (آیت ۹۰ سورہ نحل پ۱۴)

یعنی اس میں شک نہیں کہ اللہ تم کو انصاف کا اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔

چوتھی آیت جس میں خود آنحضرتؐ کو مخاطب فرماکر خداوند عالم انصاف کا حکم دیتا ہے۔

قل اٰمنت بما انزل اللّٰہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم

(آیت ۱۵ سورہ شوریٰ پ ۲۵) یعنی اے رسول کہدو کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں"۔

پانچویں آیت ان اللہ یحب المقسطین (سورہ ممتحنہ پ ۲۸ آیت ۸) یعنی خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

جو شخص انصاف نہیں کرتا وہ خدا کے حکم صریح کا مخالف ہے۔ اور ظالم ہے اور خدا ظالموں کے بارے میں فرماتا ہے :-

یوم لا ینفع الظالمین معذرتھم ولھم اللعنۃ ولھم سوء الدار (پ ۲۴ سورہ المومن آیت ۵۲) قیامت کے روز ظالموں کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ اور ان پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے بہت بری جگہ (دوزخ) ہے

اگر بیویوں کے درمیان انصاف کے حکم کی یہ تاویل کی جائے کہ متعدد بیویوں کے درمیان انصاف سے مراد مساوات قائم رکھنا ہے یعنی ضروریات زندگی کا مساوی طور پر مہیا کرنا ہے اس طرح کہ کسی بی بی کو کسی پر ترجیح نہ ہو یعنی مکان و لباس و غذا ہر ایک کے لئے بلا تفریق یکساں طور پر مہیا کرنا چاہیئے۔ تو آنحضرتؐ اس طرح انصاف میں مطلق امتیاز نہ فرماتے تھے۔ لیکن قلبی رجحان سے متعلق تو خداوند عالم نے صاف صاف خود ہی فرما دیا ہے کہ تم تمام بی بیوں کیساتھ میلان طبیعت یکساں نہیں قائم کر سکتے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ (آیت ۱۲۹ سورۂ نساء پ ۵) یعنی تم کتنا ہی چاہو لیکن تم میں اتنی قوت نہیں کہ اپنی متعدد بی بیوں میں انصاف کر سکو۔ مگر ایسا بھی تو نہ کرو کہ ایک ہی کی طرف ہمہ تن مائل ہو جاؤ۔ کہ دوسری بی بیوں کو معلق چھوڑ دو"۔

آنحضرتؐ کا قلبی لگاؤ اگر حضرت عائشہ کی طرف زیادہ تھا تو اس آیت کے

مطابق ہرگز خلافِ انصاف نہ تھا" لیکن مذکورہ تاویل کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ اگر یہ آنحضرتؐ کی جانب سے اس طرح کے انصاف کا مظاہرہ ہوتا تو امہات المومنین نامناسب شکایت ہرگز نہ کرتیں۔ کیونکہ وہ اس حکمِ الٰہی سے ناواقف نہیں ہو سکتی تھیں۔ لبفرض محال اگر اس حکم سے لاعلم تھیں، اور اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر پیغمبر پر ناانصافی کا الزام عائد کر رہی تھیں تو آنحضرتؐ خود فوراً یہ آیت سنا کر فرماتے کہ تمہاری یہ شکایت نہیں بہتان ہے۔ اس آیت میں انصاف سے خدا کی مراد بیویوں کے درمیان ان کے ضروریاتِ زندگی مساوی طور پر مہیا کرنا ہے۔ اور اس میں میری طرف سے تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں کی جاتی ہے۔ لیکن خدا نے مجبور نہیں کیا ہے کہ ہر زوجہ کے ساتھ قلبی لگاؤ بھی یکساں رکھو۔ ہر بی بی کی محبت کو بھی یکساں طور پر دل میں جگہ دو۔

پیغمبرؐ کے اس جواب سے نہ دونوں سوکنوں میں تکرار ہوتی نہ ایک دوسرے سے زبان درازی کرتیں۔ آنحضرتؐ کا خاموش رہنا اس کی دلیل ہے کہ امہات المومنین کی شکایت بجا و درست تھی۔ اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل میں بھی جناب عائشہ کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کی جانب سے کمی تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لوگ میری باری کے دن کی جستجو میں رہتے تھے اور قصداً اسی روز ہدیہ بھیجتے تھے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میری ساتھ والی عورتیں (امہات المومنین) میرے پاس جمع ہوئیں اور مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلعم سے کہہ دو کہ حضورؐ جہاں ہوا کریں وہیں لوگ ہدیہ بھیجا کریں (حضرت عائشہ کی باری کو مخصوص نہ کر لیں) میں نے حضورِ اقدسؐ سے یہ عرض کر دیا لیکن آپ نے منہ پھیر لیا (ترجمہ بخاری شریف مذکور جلد اول پ ۱۰ حدیث نمبر $\frac{۲۸۵۵}{۲۸۵۶}$ ص ۲۱۱)

ترمذی شریف کی روایت ملاحظہ ہو:۔

" حضرت عائشہ فرماتی ہیں لوگ خاص طور پر اپنے ہدیے یوم عائشہ میں بھیجا کرتے تھے۔ (یعنی جس روز حضورؐ کی باری میرے پاس ہوتی اس روز لوگ اپنے ہدیے بھیجا کرتے

تھے) ایک مرتبہ میری سہیلیاں (یعنی سوتنیں) حضرت ام سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور کہا (یہ کیا بات ہے) لوگ حضرت عائشہ کی باری میں سب سے زیادہ ہدیے بھیجتے ہیں جس طرح حضرت عائشہ اپنا بھلا (اور برتری) چاہتی ہیں۔ ہم بھی اپنا بھلا چاہتے ہیں (پھر اس خصوصیت کی کیا وجہ؟) اس لئے تم سب رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کرو کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں جہاں بھی ہوا کروں وہیں ہدیے بھیج دیا کریں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ دوسری بار حضرت ام سلمہ کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے وہی عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔ ام سلمہ تم مجھے عائشہ کے بارے میں کوئی اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیوں کہ عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوا۔ کہ میں اس کے لحاف میں ہوں اور وحی نازل ہو (یہ شرف حضرت عائشہ ہی کو حاصل ہے) یہ حدیث غریب ہے بعض روایتوں میں حضرت ام سلمہؓ سے اسی میں سے کچھ روایت ہے (ترجمہ ترمذی شریف جلد دوم مترجمہ حضرت علامہ سید نذیر الحق صاحب قادری مفتی اعظم نشر کردہ مکتبہ دار الفرقان دفتر آستانہ جامع مسجد دھلی حدیث نمبر ۱۷۰۰ ص ۱۹۱)

بخاری شریف کی ایک روایت نمبر ۱۴۰ جلد دوم پ ۱۲ صفحہ ۱۱۴ پر مشتمل حدیث مذکورہ مندرجہ صحیح مسلم شریف درج ہے) اس میں بھی آنحضرتؐ کی شادی بیویوں کے یہ الفاظ درج ہیں۔

"آنحضرتؐ کی دوسری بیویاں حضرت ام سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور کہا کہ خدا کی قسم لوگ قصداً عائشہ کی باری کے دن تحفے بھیجتے ہیں۔ اور جس طرح عائشہ (اپنی) بہتری کی خواہشمند ہیں اسی طرح ہم بھی (اپنی بہتری کی خواہشمند ہیں"

معلوم ہوا تحفے تحائف جو کچھ جس بی بی کی باری کے دن آتے تھے وہ اسی بی بی کا مال ہو جاتا تھا لیکن لوگ حضرت عائشہؓ کی باری کے دن ہی تحفے بھیجتے تھے۔ اس طرح حضرت عائشہؓ نفع میں رہتی تھیں۔ اور دوسری بیویاں مال دنیا سے محروم رہتی تھیں۔ اور چاہتی تھیں

کو رسول اللہ لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں۔ لیکن آنحضرتؐ نے مساوات برتنے سے انکار کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ دوسری بیویوں کے ساتھ آنحضرتؐ کی جانب سے ضروریات زندگی کی تکمیل میں بھی مساوات قائم نہ تھی۔ اس لئے ان بیویوں نے شکایت کی اور آنحضرتؐ نے ان کی التجا ٹھکرا دی۔ اور (معاذ اللہ) انصاف سے کام نہ لیا۔ لہٰذا اس صورت میں دوسری امہات المومنین پر ظلم ہوا۔

اس حدیث سے ایک الجھن پیدا ہو گئی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ "عائشہ کے سوا کسی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوا۔ کہ میں اس کے لحاف میں ہوں اور وحی نازل ہو" یہی حدیث بخاری شریف میں بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ کہ ام سلمہ کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ "تم عائشہ کے متعلق مجھے اذیت نہ دو۔ سوا عائشہ کے اور کسی بیوی کے اگر کپڑوں میں ہوتا ہوں تو مجھ پر وحی بھی نہیں آتی (حدیث ۲۸۵۷ پ جلد اول بخاری شریف ص۲۱۱) یعنی خدا بھی یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلعم اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کریں۔ اسی لئے وحی بھی حضرت عائشہ ہی کے باری کے دن بھیجتا تھا (معاذ اللہ) اور صحابہ بھی یہ ظلم امہات المومنین پر دیدہ و دانستہ کرتے تھے کہ صرف حضرت عائشہ کی خوشنودی کے لئے آنحضرتؐ کی دوسری بیویوں کی دل آزاری کی پروا نہیں کرتے تھے۔

مذہب اہلسنت کے مطابق آنحضرتؐ کی پیروی مسلمانوں کے لئے جہنم کا پیغام ہے

ان تمام مشکلات کے علاوہ آنحضرتؐ کی امت دو یا زیادہ بیوی والے شوہروں کے لئے یہ روایت (حدیث) جہنم کا پیغام ہے۔ کیوں کہ ایک طرف تو خداوند عالم متعدد بیوی والوں کو ان کے درمیان انصاف کا حکم دے رہا ہے۔ اور دوسری طرف پیغمبر کی پیروی کا حکم بھی نہایت شدومد سے دے رہا ہے۔

کئی بیویوں کے درمیان انصاف کرنے کا حکم (سورہ نساء پ۴ آیت ۳ میں گذر چکا)

جو شخص انصاف نہ کرے گا تو خدا کی نافرمانی ہوگی اور نافرمانی کرنے والے کے لئے جہنم کی وعید ہے :-

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا

(جس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے (سورہ جن پ ۲۹ آیت ۲۳)

پیغمبرؐ کی پیروی کی تاکید کے لئے ملاحظہ ہو سورہ آل عمران کی آیت ۳۰ پارہ سوم میں ارشاد ہے :-

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم

(اے رسول اللہؐ اپنی امت سے) کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔ اور تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

خدا سے محبت اور گناہوں کی معافی مشروط ہے۔ پیغمبرؐ کی پیروی پر۔ اگر پیروی نہیں کرتے تو خدا سے تم کو ہرگز محبت نہیں تم خدا کو دوست نہیں رکھتے اور جب تم خدا کو دوست نہیں رکھتے تو وہ بھی اور وہ جب تمکو دوست نہیں رکھتا تو تمہارے گناہ بھی معاف نہ کریگا نتیجہ وہی جہنم ہے۔

دو یا دو سے زیادہ بی بیوں والے شوہروں کے لئے یہ حدیث ہر طرح عذاب جہنم کی وعید ہے یعنی اگر کئی بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کرتا تو حکم خدا کے خلاف ہوتا ہے اور جہنم ٹھکانا ہوگا۔ اور اگر انصاف سے کام لیتا ہے تو پیروی رسولؐ کے خلاف ہوتا ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی جہنم میں جلنا ہوگا۔

اس روایت کو صحیح مان لینے سے بڑی مشکل درپیش ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت رسالتمآب افضل الاولین والآخرین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین کی ذات اقدس پر اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ناانصافی یعنی ظلم کرنے اور خدا کے صریح حکم کی نافرمانی کا الزام عائد ہوتا ہے۔ جسے کوئی مسلمان خواہ اسلام کے کسی فرقے سے تعلق رکھتا

ہو قبول نہیں کر سکتا۔

(۲) حضرت عائشہ کی ذاتِ والا صفات پر آنحضرتؐ کی دوسری ازواج کی دل آزاری پر راضی رہنے اور خوش ہونے کا الزام قائم ہوتا ہے۔

(۳) صحابۂ کرام پر بھی امہات المومنین کی دل آزاری کا الزام عائد ہوتا ہے اور یہ بھی گناہ ہے کیوں کہ خداوند عالم عام مومنین و مومنات کی اذیت رسانی کو تہمت گناہ قرار دیتا ہے۔ امہات المومنین کی اذیت رسانی کا گناہ تو بہ نسبت عام مومنات کے بہت زیادہ ماننا پڑے گا۔ کیوں کہ ان کا درجہ مومنات سے بہت زیادہ بلند ہے۔ عام مومنین و مومنات کی دل آزاری و اذیت خدا کو پسند نہیں جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے و الذین یوذون المومنین و المومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا آیت ۵۸ سورہ احزاب پ۲۲) جو لوگ مومنین و مومنات کو بغیر ان کی کسی خطا کے اذیت دیتے ہیں تو وہ ایک بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لادتے ہیں۔

(۴) اگر اس روایت کو صحیح تسلیم نہ کیا جائے تو صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف کی صحت پر ضرب لگتی ہے اور کتاب خدا کے بعد ان دونوں کتابوں کے صحیح ترین کتب ہونے کا دعویٰ غلط ہوتا ہے۔

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ آنحضرتؐ ام المومنین حضرت عائشہ اور صحابۂ کرام پر ارتکاب ظلم و دل آزاری کا الزام (نعوذ باللہ) تسلیم کر لیں اور بخاری و مسلم کی روایتوں کو صحیح تصور فرمائیں۔ یا ایسی حدیثوں اور روایتوں کو قطعی غلط سمجھیں جن میں ایسے ایسے بے سر و پا حالات درج ہیں جو ان ذوات مقدسہ کے دامن عصمت کو داغدار بناتے ہیں۔ اور کلام اللہ کے خلاف ہے۔

حضور پر دوران حیض مباشرت کا الزام

عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور آنحضرت صلعم دونوں ایک برتن سے

غسل کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ہم دونوں جنب ہوتے اور آپ مجھے حکم دیتے میں تہبند باندھ لیتی۔ اور مجھ سے حالات حیض میں مباشرت کرتے اور (کبھی) آپ اعتکاف میں ہوتے اور میری طرف سر جھکا دیتے۔ چنانچہ میں حالت حیض میں آپ کا سر مبارک دھو دیتی۔

(ترجمہ بخاری شریف مذکور پارہ اول حدیث نمبر ۳۰۳ ص ۳۱۶)

حدیث نمبر ۳۰۴ پ ص ۳۱۶ بخاری شریف مذکور میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں کوئی حیض میں مبتلا ہوتا اور آپ مباشرت کرنا چاہتے تو آپ حیض کے زمانہ جوش میں تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور پھر مباشرت کر لیا کرتے تھے۔

یہی مضمون حدیث نمبر ۳۰۵ میں میمونہ سے مروی ہے:۔

آنحضرتؐ پر یہ بھی سخت الزام ہے کیوں کہ خدا نے حالت حیض میں مباشرت سے منع فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں صریح ممانعت موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرون ۔ فاتوھن من حیث امرکم ان اللہ یحب التوابین ویحب المطھرین (سورہ بقرہ آیت ۲۲۲ پ)

اس آیت کا ترجمہ مندرجہ ترجمہ بخاری مذکور ص ۳۱۵ جلد اوّل پ اول سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے محمدؐ آپ سے لوگ حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کہہ دیجئے کہ یہ نجاست ہے۔ اس زمانہ میں ان سے (عورتوں سے) الگ رہو۔ اور اُن سے قربت (جماع) مت کرو تاوقتیکہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ تو جس جگہ سے خدا نے حکم دیا ہے وہاں سے ان سے قربت کرو۔ خدا توبہ کرنے والوں کو اور پاک لوگوں کو پسند فرماتا ہے"۔

"اذیٰ" کا ترجمہ نجاست کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مباشرت سے

نجاست نہیں حاصل ہوتی کیوں کہ اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں ان سے الگ رہو یعنی ورنہ تم بھی نجاست میں آلودہ ہو جاؤ گے۔ حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ بیماری (اذیت دینے والا امر ہے)

مباشرت تو خود وہ فعل ہے جو انسان کو نجس قرار دیتا ہے۔ جس سے نماز وغیرہ کے لئے غسل واجب ہوتا ہے۔ ایام حیض میں مباشرت کرنے سے اسی لئے منع کیا گیا ہے کہ اس حالت میں مرد کو بیماری میں مبتلا ہونے کا احتمال ہے۔

ایسی ایسی روایتیں جمع کرنے والوں کو یا تو نادان دوست کہنا مناسب ہوگا یا دوست نما دشمن جو دوستی کے پردہ میں دشمنی کر رہے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ بظاہر ان روایتوں سے آنحضرتؐ کی حضرت عائشہؓ سے محبت ظاہر کی گئی ہے لیکن آنحضرتؐ پر حکم خدا کی خلاف ورزی کرنیکا الزام عائد کیا گیا ہے (معاذ اللہ) جب آنحضرتؐ خود حکم خدا کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے تو امت کو کس طرح منع کر سکتے تھے۔ آنحضرتؐ کو اس آیت کی تبلیغ کا کیا حق باقی رہ جاتا ہے۔ ومن یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا۔ جس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ ایسے لوگ اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ رسول اللہؐ کو یہ روایت خدا کی نافرمانی کا مرتکب قرار دے رہی ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کرنے کا جو نتیجہ آیت سے ظاہر ہے اس کے سزاوار معاذ اللہ آنحضرتؐ بھی ہوئے۔

لیکن جاہل سے جاہل مسلمان بھی ایسا اعتقاد نہیں رکھ سکتا۔ ایسا اعتقاد رکھنے والا خود اسلام سے خارج ہو کر جہنم کا مستحق ہو جائے گا۔

بعض مُلّا صاحبان "مباشرت" کا ترجمہ "اختلاط کرنا۔ ساتھ لیٹنا بیان فرماتے ہیں حالانکہ اس ترجمہ کی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ روایت میں حضرت عائشہؓ کی زبانی بیان ہو رہا ہے کہ آنحضرتؐ حیض کے زمانہ جوشش میں تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور پھر مباشرت کیا کرتے

تھے۔ اگر صرف ساتھ لیٹنا اور اختلاط کرنا ہی مقصود ہوتا تو تہبند باندھنے کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ہر وہ کپڑا جو ام المومنین پہنے ہوتیں اس کے ساتھ اختلاط کیا جاسکتا تھا حیض کے زمانہ جوش میں خاص طور سے تہبند باندھنے کا حکم ثابت کرتا ہے کہ مباشرت سے مراد جماع ہی ہے

دُنیا میں ہر شوہر و زوجہ کے مابین محبت ہوا کرتی ہے۔ غیور عورتیں شوہر کے حسن مباشرت اور اپنے ساتھ اس کے کریمانہ برتاؤ اور محبت کا دُنیا میں ڈھنڈورا نہیں پیٹتی ہیں۔ سوائے جاہل اور تہذیب سے نابلد بے حیا عورتوں کے جو لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہیں کہ "میں اپنے شوہر کی بہت چہیتی ہوں اس لئے کہ کمسن ہوں، خوبصورت ہوں، میرا شوہر اپنی کسی دوسری عورت پر اس قدر جان نہیں دیتا جتنی دلجوئی اور خاطر داری میری اس کو منظور ہے کسی اور بی بی کی نہیں منظور ہے۔ راویوں نے حضرت عائشہؓ کی جانب ایسی ہی روایتیں منسوب کی ہیں، اور ستم ظریفی یہ کہ زیادہ تر اپنی مخدرہ کی زبانی روایت کی ہے۔ جن سے حضرت عائشہؓ کی غیرت عفت اور شرم و حیا کو سدید ٹھیس لگتی ہے۔ اور ان مخدرہ کی ایک اوچھے مزاج کی عورت سے زیادہ حیثیت نہیں رہ جاتی۔ ساتھ ہی آنحضرتؐ کی عصمت اور رسالت کی عظمت کالعدم نظر آنے لگتی ہے۔ اور حضور انور معاذ اللہ ایک عیاش اور نفس پرست انسان ثابت ہوتے ہیں۔ حسب ذیل روایتیں ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کیجئے:۔

آنحضرتؐ میں تیس مردوں کی طاقت ہونا

انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ دن یا رات کی کسی ایک ہی ساعت میں اپنی تمام عورتوں کا دورہ کر لیا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے انس سے دریافت کیا کہ حضرت میں اتنی طاقت تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ باہم یہ کہا کرتے تھے کہ آنجناب میں تیس مردوں کی طاقت تھی۔ سعید کی روایت میں جو قتادہ سے ہے گیارہ کے بجائے نو عورتیں ہیں (ترجمہ بخاری شریف جلد اول پ ۱ ص ۳۳ حدیث ۲۶۲)

بیویوں پر آنحضرت کا دورہ کرنیکا حال حضرت عائشہؓ کی زبانی

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا "ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ حالت احرام میں صبح تک خوشبو کا اثر باقی رہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے آنحضرت کے خوشبو لگائی تھی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی ازواج کا دورہ کیا۔ پھر صبح کو احرام باندھ لیا (یعنی اثر خوشبو کا باقی تھا) عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ آنحضرت حالت احرام میں ہیں اور سر مبارک پر خوشبو چمک رہی ہے (ترجمہ بخاری شریف مذکور پ۱ حدیث نمبر ۲۹۲ ص ۳۴)

غور فرمایئے کہ حضرت عائشہ کو اس کے اظہار کی کون سی ضرورت درپیش تھی کہ آپ نے گیارہ بیویوں کا دورہ ایک ہی ساعت میں فرمالیا کرتے تھے جس سے ثابت ہو کہ حضور میں تیس مردوں کی طاقت تھی: اس سے آپؐ کی اُمت اور سننے والوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی طاقت کا اندازہ کیسے ہوا؟ خدا نے بتایا نہیں اور خود رسول اللہؐ نے اپنی زبان سے اظہار نہیں کیا پھر دوسروں کو کس طرح معلوم ہوا کہ آنحضرت کو تیس مردوں کی طاقت حاصل تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ پر یہ سراسر اتہام معلوم ہوتا ہے۔

جناب رسول خدا کی حضرت عائشہؓ سے بے پناہ محبت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حالت حیض میں آنحضرت کے سر میں کنگھی کرتی (حدیث نمبر ۲۹۹ بخاری شریف مذکورہ مترجم ص ۳۵ پ وصحیح مسلم ترجمہ اردو حدیث نمبر ۵۵ ۲ ص ۱۵ حصہ اول)

دیگر:- حضرت عروہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ میں حالت حیض میں آنحضرت کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوتے اور سر میری جانب جھکا دیتے اور میں حجرہ میں ہوا کرتی تھی (حدیث نمبر ۳ ترجمہ بخاری شریف مذکور ص ۳۵ پ وترجمہ [illegible]

ایام نجاست اور قرآن خوانی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں حالت حیض میں ہوتی اور رسول اللہ صلعم میری گود سے تکیہ لگا کر قرآن پڑھا کرتے (حدیث ۳ ص ۳۵ پ ۲) و ترجمہ صحیح مسلم حصہ اوّل ص ۵۲ حدیث نمبر ۵۸ ۲۔ ترجمہ بخاری شریف مذکور نمبر ۳۰۳ ص ۲۵ میں بھی یہ مضمون ہے۔ جو مذکور ہو چکا اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اعتکاف میں ہوتے اور میری طرف سر جھکا دیتے۔ چنانچہ میں حالت حیض میں آپ کا سر دھو دیتی

مذکورہ حدیثوں میں حضرت عائشہ کا حالت حیض میں ہونا ثابت کیا گیا ہے ایسی حالت میں آنحضرتؐ کا حالت اعتکاف میں ان سے کنگھی کرانا اور ران کی گود سے تکیہ لگا کر قرآن پڑھنا ظاہر کیا جا رہا ہے۔ جس سے آنحضرتؐ کی جناب عائشہ سے انتہائی محبت ثابت کی گئی ہے۔ اگرچہ حالت حیض میں عورت کو چھونے اس سے خدمت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تاہم کراہت ضرور ہے جب کہ نو بی بیوں میں کوئی نہ کوئی تو ضرور حیض سے خالی ہوگی۔ تو جو بی بی حیض میں مبتلا نہیں تھی اس سے یہ خدمتیں لی جا سکتی تھیں۔ علاوہ ازیں یہ صورت بھی دوسری بی بیوں کی دل آزاری کا باعث ضرور تھی اور یہ ایک خلق عظیم پر فائز ہستی کی شان کے خلاف ہے۔ اور یہ روایتیں حضرت عائشہ اور آنحضرتؐ پر افترا معلوم ہوتی ہیں۔

بی بی عائشہ کا پیر اور سجدہ گاہ رسولؐ

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے سامنے سوئی ہوتی۔ میرے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ پر ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے مجھ سے (ہاتھ وغیرہ سے) اشارہ کر دیتے۔ اور میں پاؤں کھینچ لیتی اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں دراز کر لیتی۔ اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔ (حدیث ۲ ص ۲۱۵ پ ۳ ترجمہ بخاری شریف و حدیث ۶۶۳

ملاحظہ صحیح مسلم حدیث ۲۹۹ صلا حصہ اوّل ۔ موطا مالک حدیث ۳۱۱ صلا ۴۹ نشر کردہ دار الفرقان جامع مسجد دہلی و حدیث نمبر ۱۲۹۸ پ ۷ مترجم بخاری شریف مذکورہ) حضرت عائشہؓ جیسی عالمہ اور محدثہ پر یہ سراسر بہتان ہے۔ کیونکہ اگر آنحضرتؐ اندھیرے میں نماز پڑھا کرتے تھے تو سجدہ گاہ پر حضرت عائشہ کا پیر ہوتا۔ تو پہلی ہی مرتبہ آنحضرتؐ کے اشارہ کرنے سے وہ سمیٹ لیتیں دوبارہ ہرگز نہ پھیلاتیں۔

ام المومنین کے متعلق نجاست صاف کرنے کی توہین آمیز روایات

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا (یعنی ابتدائے اسلام میں) ہوا کرتا اسی میں ایام حیض بسر کرتے تھے اور جب اس میں کچھ خون لگ جاتا تو اس پر تھوک لگا کر ہاتھوں سے رگڑ دیا کرتے تھے۔ حدیث ۳۱۹ بخاری شریف مذکورہ ترجمہ ص۳۶ پ ۲ جلد اوّل)

تھوک لگا کر ہاتھوں سے رگڑ دینے سے کبھی کپڑا پاک نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کپڑے کو پہن کر نماز درست ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث ۳۱۴، ۳۱۵ ترجمہ بخاری شریف مذکور ص۳۶ پ ۲ میں مذکور ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب خون حیض سے کسی کا کپڑا آلودہ ہو جائے تو اس کو مل کر دھو ڈالے اور اسی کو پہن کر نماز پڑھ لے

حضرت عائشہ کی جانب یہ بات منسوب کرنا حقیقت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ خون حیض کو تھوک لگا کر رگڑ دیا کرتی تھیں۔ نہ صرف خود ایسا کرتی تھیں بلکہ تمام امہات المومنین ایسا کرتی تھیں کسی طرح باور نہیں ہوتا۔

آنحضرتؐ کے سامنے حالت نماز میں حضرت عائشہ کا جنازہ کی مانند پڑی رہنے کا الزام

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کی جانب کی دیوار کے درمیان اس طرح عرض میں لیٹی رہتی تھی جس طرح جنازہ (کو نماز کے لئے) رکھا جاتا ہے (ترجمہ صحیح مسلم حدیث ۲۶۷ جلد اول ص ۸۰ ترجمہ بخاری شریف پ ۲ حدیث ۴۱۰ ص ۴۳ بروایت عروہ و حدیث ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ص ۵۱ پ ۲)

یہی حدیث اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ دہلی کے ص ۱۶۸ پر بھی ۷۲۱ بحوالہ بخاری و مسلم ملاحظہ ہو۔

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی رہتی تھی جس طرح جنازہ رکھا ہوتا ہے۔

نمازی کے سامنے سے گذرنے کی شدید ممانعت:۔

اس روایت سے حضرت عائشہ سے جناب رسولِ خدا کی محبت کا اظہار مقصود ہے۔ لیکن یہ آنحضرتؐ اور حضرت عائشہ پر سراسر بہتان معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ آنحضرتؐ نے نماز میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کو منع فرمایا ہے۔ جس سے نمازی کے سامنے پڑے رہنے کی بدرجہ اتم ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہوں احادیث ذیل:۔

ابو جہیم کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اگر نمازی کے سامنے سے

گذرنے والا یہ جان لے کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ نمازی کے سامنے گذرنے سے چالیس روز تک ٹھہرا رہنا اور نہ گذرنا بہتر خیال کرے۔ ابو ناصر راوی کا بیان ہے کہ چالیس سے کیا مراد ہے۔ اس کا مجھ کو علم نہیں۔ چالیس دن مراد ہیں یا چالیس مہینے یا چالیس سال: (مشکوٰۃ شریف اردو ترجمہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۷۷ بحوالہ بخاری و مسلم ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۵۵ پارہ "۲" حدیث ۵ اور مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۱۹ اور حدیث نمبر ۲۹ صفحہ ۱۷۹ میں درج ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اپنا سو برس تک کھڑا رہنا بہتر خیال کریگا (بحوالہ ابن ماجہ) و نمبر ۳۰ میں ہے کہ وہ اپنا زمین میں دھنسایا جانا آسان سمجھے گا (بحوالہ مالک)

دیگر ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور کوئی چیز موجود نہ ہو تو اپنی لاٹھی کھڑی کرے۔ اور لاٹھی بھی موجود نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر کسی کا اس کے سامنے سے گذرنا کوئی ضرر نہ دے گا (مشکوٰۃ شریف اردو ترجمہ مذکور صفحہ ۱۷۸ بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ:۔

فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ تم میں سے جو شخص بغیر سترہ کے (کوئی چیز سامنے رکھے بغیر) نماز پڑھے گا تو اس کی نماز اس کے سامنے گدھے، خنزیر، یہودی، مجوسی اور عورت کے گذرنے سے ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر گذرنے والا ایک پتھر پھینکنے کی مسافت کے بقدر دور ہو تو کچھ حرج نہیں ہے (حدیث نمبر ۳۱، ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷۹ بحوالہ ابوداؤد)

زید خالد جہنی نے بسر بن سعید کو ابوجہیم کے پاس بھیجا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق کیا کچھ سنا ہے۔ ابوجہیم نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اس کے عذاب و وبال کو جانتا تو وہ چالیس دن یا مہینے یا سال کھڑا رہتا مگر آگے سے نہ گذرتا (موطا مالک حدیث نمبر ۱۹۶ صفحہ ۴۲) اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں مرقوم ہے کہ اس باب میں حضرت ابوسعید خُدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت ابوجہیم کی حدیث حسن صحیح ہے۔

یہی حدیث ترمذی شریف اردو ترجمہ جلد اول نمبر ۲۹۰ صفحہ ۹۶ پر بھی درج ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی۔

نیز ترمذی شریف مذکورہ صفحہ ۹۹ کی حدیث نمبر ۲۹۲ میں یہ مضمون مرقوم ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے کجاوہ کی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہو (یعنی سترہ نہ ہو) تو کالے کتے اور گدھے اور عورت اس کی نماز کو کاٹ دیں گے یعنی اگر نمازی کے سامنے سے کالا کتا یا عورت یا گدھا گذر جائے اور اس کے آگے سترہ نہ ہو تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت کیا کہ کالے کتے نے کیا قصور کیا ہے۔ اس کو لال اور سفید کتے سے کیوں الگ کیا۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا بھتیجے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے ویسا ہی میں نے رسول اللہ سے کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کالا کتا شیطان ہے۔ اس باب میں ابوسعید حضرت حکیم غفاری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء اسی طرف گئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ گدھے عورتیں

اور کالے کتے نماز کاٹ دیتے ہیں (یعنی نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔ مؤلف)

جب نمازی کے سامنے سے عورتوں کے گذر جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت عائشہؓ کو سامنے جنازہ کی طرح ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جائز سمجھا ہوگا اور خود حضرت عائشہؓ کیونکر گوارا کر سکتی تھیں۔ حقیقت میں آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ پر یہ سراسر بہتان ہے۔

چند وہ روایتیں ملاحظہ ہوں جن میں آنحضرتؐ کی حضرت عائشہؓ سے انتہائی محبت ثابت کی گئی ہے۔

جناب رسول خدا اور حضرت عائشہ کی باہمی دوڑ

عائشہ کہتی ہیں کہ (ایک سفر میں) میں رسول اللہ کے ساتھ تھی (ایک موقعہ پر) میں اور رسول اللہ دوڑے (یعنی دوڑ میں باہمی مقابلہ کیا) میں رسول اللہ صلعم سے آگے نکل گئی۔ پھر جب میں فربہ ہو گئی (یعنی عرصہ دراز کے بعد) پھر دوڑ ہوئی اور اس دفعہ رسول اللہ مجھ سے آگے نکل گئے۔ اور آپ نے فرمایا یہ اس دوڑ کے بدلے میں ہے (جس میں تم مجھ سے آگے نکل گئی تھیں) (مشکوۃ شریف کامل اردو ترجمہ ص ۲۴ حدیث ۳۰۹۱ بحوالہ ابوداؤد)

معاذ اللہ جناب رسول خدا حضرت عائشہ کے ساتھ لہو ولعب اور ان کی دلجوئی و دلداری میں کار رسالت نصائح و مواعظ و عبادات وغیرہ سب چھوڑ کر منہمک رہتے تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ نہایت حسین بھولی بھالی اور کنواری تھیں اور تمام امہات المؤمنین سے کمسن تھیں۔ انہی صفات کی وجہ سے آنحضرتؐ ان پر زیادہ فریفتہ تھے۔

حضرت عائشہ کے حسن و کمسنی اور بھولے پن کی تعریف

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت جب

سفر کو جانے کا ارادہ کرتے تو قرعہ ڈالتے جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا اس کو ہمراہ لیجاتے
(معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ سفر کے موقع پر حضرت عائشہ سے خصوصیت کام میں نہیں
لاتے تھے۔ بلکہ وہ عمل کرتے تھے جس سے کسی بی بی کی دل آزاری نہیں ہونے پاتی تھی۔ اور
کسی کو شکایت ہوسکتی تھی۔) کہا کہ ایک جہاد میں جانے کے موقع پر میرے نام قرعہ
نکل آیا۔ میں حضرت کے ساتھ گئی۔ پردہ کا حکم نازل ہوچکا تھا۔ اس لئے میں ہودے کے
اندر سوار تھی۔ واپسی میں جب رسول اللہ مدینہ کے قریب آ گئے تو ایک شب آپ نے
کوچ کا اعلان کر دیا۔ اعلان کے بعد میں پیدل جا کر لشکر سے آگے بڑھ گئی۔ اور رفع ضرورت
کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس آ گئی یہاں پہنچ کر دیکھا تو میرا موضع ظفار کے پوتھ کا بنا ہوا
ہار گلے میں نہ تھا میں لوٹ کر ہار کی جستجو کرنے لگی۔ ادھر میرا ہودہ اونٹ پر رکھ دیا گیا
کیوں کہ وہ سمجھے کہ میں ہودے کے اندر ہوں۔ کیوں کہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا
کرتی تھیں۔ اور میں تو ویسے بھی کم عمر لڑکی تھی۔ لشکر کے چلے جانے کے بعد ہار مجھے مل
گیا۔ میں پڑاؤ پر لوٹ کر آئی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں وہاں بیٹھے بیٹھے نیند سے مغلوب
ہو کر سو گئی۔ صفوان بن معقل سلمی لشکر کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے صبح کو مجھے پہچان کر
اپنے اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور خود مہار پکڑ کر آگے آگے اونٹ کو لے کر چل دیا۔ دوپہر
کو ہم لوگ لشکر سے جا ملے۔ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور لوگ مجھ پر طوفان انگیز قول
کے قول کا چرچا کرتے تھے مجھے اس کا کچھ علم نہ تھا۔ ہاں مجھے کچھ شک ہوتا تھا۔ کیوں کہ
رسول اللہ کی مہربانیاں جو پہلے تھیں وہ اب نہیں دیکھتی تھی۔ صحت کے بعد ایک روز
میں مسطح کی ماں کے ساتھ رفع حاجت کو میدان کی طرف گئی۔ واپسی میں مجھے ان سے
ان افترا پردازیوں کا علم ہوا جو لوگ مجھ پر کرتے تھے۔ میں رسول اللہ سے اجازت
لے کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ اور والدہ سے پوچھا کہ لوگ کیا چرچا کرتے ہیں۔
والدہ نے کہا بیٹی تم کو گھبرانا نہ چاہیئے۔ خدا کی قسم اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو عورت خوبصورت

ہوتی ہے اور اپنے شوہر کی چہیتی ہوتی ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوتی ہیں تو سوکنیں اس میں ہمیشہ عیب نکالتی رہتی ہیں۔ یہ معلوم کر کے میں اس شب میں رات بھر روتی رہی ادھر رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور اسامہؓ کو بلایا کیونکہ وحی میں توقف ہو گیا تھا۔ رسول اللہ نے ان دونوں حضرات سے مجھے طلاق دینے کے متعلق دریافت کیا۔ اسامہ نے تو میری پاک دامنی ہی بیان کی۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ خدا نے آپ کے لیے کوئی تنگی نہیں کی ہے۔ اس کے سوا عورتیں بھی بہت ہیں۔ آپ باندی سے دریافت فرما لیجئے۔ وہ آپ سے سچ سچ بیان کر دے گی۔ رسولؐ نے بریرہ کو بلا کر دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں نے ان میں نکتہ چینی کے قابل کوئی بات نہیں دیکھی۔ ہاں چونکہ وہ نو عمر لڑکی ہے۔ آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ بقدر حاجت (ترجمہ بخاری شریف حدیث ۱۳۹۷ پ ۱۱ ص ۱۵۴ تا ۱۵۶)

مذکورہ روایت سے حضرت عائشہ کا کم عمر لڑکی ہونا خوبصورت ہونا اور بھولی بھالی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آنحضرت انہی صفات کی وجہ سے ان کو زیادہ چاہتے تھے۔ آپ کا کنواری ہونا خود حضرت عائشہ کی زبانی ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ کا اپنے کنواری ہونے کا اظہار

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بتایئے اگر آپ کسی وادی میں فروکش ہوں وہاں ایک درخت تو ایسا ہو جس کے پتے چرے گئے ہوں اور ایک درخت ایسا ہو جس کے پتے کسی نے (اپنے جانور کو) نہ چرائے ہوں تو آپ اپنے اونٹ کو کس درخت پر چرائیں گے۔ فرمایا میں وہ درخت چراؤں گا جو کسی نے نہ چرایا ہو۔ یعنی اس سے مراد حضرت عائشہ کی یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ان کے علاوہ کسی دوشیزہ سے نکاح نہیں کیا تھا (حدیث ۶۷ پ ۲۱ ص ۶ ترجمہ بخاری شریف مذکورہ)۔

بی بی عائشہ پر منی کھرچ کر صاف کرنے کا الزام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منی کی بابت فرمایا کہ میں منی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے کھرچ ڈالا کرتی تھی (یعنی کپڑے کو رگڑ کر خشک منی کو صاف کر دیتی تھی) صحیح مسلم اردو ترجمہ حدیث ۲۷۴ صفہ ۵۰ حصہ دوم)

دیگر

عبداللہ بن شہاب خولانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے یہاں مہمان تھا کہ مجھ کو احتلام ہوگیا۔ اور میرے دونوں کپڑے ناپاک ہو گئے۔ میں نے ان دونوں کپڑوں کو پانی میں غوطہ دے کر دھو لیا۔ مجھ کو کپڑے دھوتے حضرت عائشہ کی لونڈی نے دیکھ لیا۔ اور حضرت عائشہ سے جا کر کہا حضرت عائشہ نے آدمی بھیجکر مجھ کو بلوایا۔ اور فرمایا تم نے اپنے دونوں کپڑوں کو کیوں دھو یا میں نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں وہ چیزیں دیکھیں جو سونے والا دیکھتا ہے (یعنی خواب میں ناپاک ہو گیا) حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم کپڑوں پر کوئی چیز پاتے تو اس کو دھو ڈالتے۔ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں خشک نجاست کو دیکھتی تھی تو اپنے ناخن سے اس کو چھیل ڈالتی تھی (حدیث ۲۴۸ صفہ ۵۰ صحیح مسلم مذکورہ)

غور فرمایئے اگر رسول اللہ صلعم کا کوئی ارشاد منی کھرچ کر صاف کر دینے کے بارے میں نقل کر دیا جاتا تو وہ مسئلہ کی صورت سے قابل عمل ہوتا۔ اس بیان سے آخر امت کا کیا فائدہ مقصود تھا۔ بجز اس کے کہ حضرت عائشہ کے اس عمل سے اُن معظمہ کیساتھ حضرتؐ کا انہماک ظاہر ہو اور حضرت عائشہ پر بے غیرتی کا الزام عائد ہو۔

آنحضرتؐ کا حضرت عائشہ کو حبشیوں کا ناچ دکھانا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے۔ اور میں ان حبشیوں (کا تماشہ) دیکھ رہی تھی۔ جو مسجد میں کھیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ (دیکھتے دیکھتے) میں خود اُکتا گئی۔ اب تم

خود غور کر لو کہ ایک نوخیز لڑکی جو کھیل کی شوقین ہو کتنی دیر تک کھیل دیکھ سکتی ہے۔

(ترجمہ صحیح بخاری شریف پ ۲۱ ص ۲۳۳ ص ۲۲ جلد ۳)

یہی روایت پ ۳ ص ۱۰۱ ص ۴۲ پر بھی درج ہے جس میں یہ عبارت اضافہ ہے۔ کہ رسول اللہؐ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے جب کہ دو لڑکیاں جنگ بعث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسی وقت آنحضرتؐ تشریف لائے اور بستر پر لیٹ گئے۔ اور منہ دوسری طرف کر لیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے مجھے جھڑک کر فرمایا کہ شیطان کا باجا اور رسول اللہؐ کے سامنے حضرؐ نے ابوبکر سے فرمایا "ان کو رہنے دو" کچھ حبشی مسجد میں نیزوں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا "ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟" کہا ہاں! تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔ اور فرما رہے تھے بنی ارفدہ اپنی ڈھالیں اور برچھیاں لو۔ بالآخر جب میں تھک گئی تو حضورؐ نے کہا "بس؟" میں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا تو بس چلی جاؤ۔

کیا یہ کسی مسلمان کو یقین ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ کو رسولؐ خدا اس طرح سے نامحرموں کے سامنے کھڑا کریں کہ ان کا رخسارہ آپ کے رخسار پر ہو؟ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر جس باجہ کو شیطان کا باجہ فرمائیں وہ رسول اللہؐ اور حضرت عائشہ شوق سے سنتے رہیں۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کی زبانی جنگ بعث کے اشعار اور باجہ کے متعلق سنا ہی ہوگا کہ یہ شیطانی عمل ہے۔ ورنہ وہ آنحضرتؐ کے سامنے کیوں کر کہتے کہ یہ شیطانی باجہ ہے۔ لیکن حضرت رسول اللہؐ ان کو روکتے ہیں کہ ان کو "رہنے دو" پھر آنحضرت کا یہ عمل آپ کی دوسری بیویوں کے لئے کیا قابل رشک و آزار نہ ہوتا ہوگا؟ درحقیقت یہ آنحضرتؐ اور عائشہ عائشہؓ ام المومنین پر بہتان ہے۔ کہ وہ حیا و شرم کو بالائے طاق رکھ کر لوگوں کے سامنے حضور کے رخسار پر رخسار

رکھے ہوئے دیر تک کھڑی رہی ہوں گی۔ کیا آج کوئی مسلمان آنحضرتؐ کی پیروی میں اپنی بیوی کو اس طرح کوئی تماشا دکھا سکتا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

آنحضرتؐ کے پاس حضرت عائشہ کا لڑکیوں کے ساتھ کھیلنا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ کے پاس لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں مجھ سے کھیلتی تھیں جب حضورؐ اندر تشریف لاتے تھے تو وہ چھپ جاتی تھیں لیکن حضورؐ اُن کو میرے پاس بھیج دیتے تھے۔ اور وہ میرے پاس کھیلتی تھیں۔ حدیث ۱۱۲۵ پ ۲۵ بخاری شریف ترجمہ ص ۹۶ جلد ۳)

اس روایت سے جناب عائشہ کی کمسنی کا اظہار مقصود ہے۔ اور کمسن ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ بھی ان کی بہت دلداری کرتے تھے۔

خواب میں رسول اللہ کو جناب عائشہ کی شکل دکھائی گئی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تیری شکل دو بار دکھائی گئی اور میرا خیال ہوتا ہے کہ تو اس وقت ریشمی کپڑے پہنے تھی اور (فرشتہ) کہہ رہا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہے (چہرہ کھول کر) دیکھ لو۔ میں نے دیکھا تو تیری شکل نظر آئی۔ میں نے کہا کہ اگر یہ خواب خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کرے گا۔ ترجمہ بخاری شریف پ ۱۵ ح ۱۱۵۶ ص ۱۲۵ و پ ۲۱ ح ۱۱۹ ص ۱۱

معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک بھی حضرت عائشہ کا بڑا مرتبہ تھا۔ کہ اس نے اپنے محبوب خاص کے لیے حضرت عائشہ کو منتخب کیا۔ اور حضرت کو ان کی صورت خواب میں دکھا کر ان کا فریفتہ بنایا۔ حالانکہ آنحضرت نے جناب خدیجہؓ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے حضرت عائشہ کے بارے میں نہیں فرمایا۔ یعنی عبد اللہ بن جعفر

کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو کوفہ میں یہ کہتے سُنا ہے کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا تھا کہ عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہیں اور سب سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ اس حدیث کے ایک راوی وکیع نے یہ حدیث بیان کر کے آسمان و زمین کی طرف اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان تمام عورتوں میں بہتر و افضل یہ عورتیں ہیں (ترجمہ صحیح مسلم حصہ دوم حدیث ۴۳ ص ۱۵۱)

عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے خدیجۃ الکبریٰ کی زندگی میں کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ح ۷۶ ص ۱۵۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم

علی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سُنا ہے: "اس امت میں جس میں مریم بنت عمران پیدا ہوئیں۔ مریم بنت عمران ساری اُمت کی عورتوں میں بہتر تھیں۔ اور اس اُمت کی عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ سب سے بہتر ہیں۔ (اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف کامل ص ۹۳۲ حدیث ۵۱۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

لیکن خدا نے حضرت خدیجہ کی صورت جو اس کے نزدیک سب سے بہتر تھیں اپنے محبوب کو خواب میں نہیں دکھائی اور حضرت عائشہ کو قبل نکاح سے رسول اللہ کی محبوبہ قرار دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک بھی ترجیح مرجح مستحسن ہے۔

حضرت عائشہ کا ہار گم ہونا اور آیۂ تیمم کا نازل ہونا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ کے ساتھ نکلے جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے ٹھہر گئے۔ اور دیگر آدمی بھی رک گئے پانی نہ تو وہاں موجود تھا نہ لوگوں کے پاس تھا۔ اس لئے لوگوں نے حضرت ابوبکر کے پاس آ کر کہا، "دیکھیے حضرت عائشہؓ نے کیا کیا۔ رسول اللہ صلعم کو روک دیا اور لوگوں کو بھی

حالانکہ کسی کے پاس پانی موجود نہیں ہے اور نہ یہاں پانی ہے۔ حضرت ابوبکر میرے پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ آتے ہی فرمایا تو نے رسول اللہ صلعم کو اور سب لوگوں کو روک دیا حالانکہ نہ تو قیام پانی پر نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور میری کوکھ میں ہاتھ سے کچوکے مارنے شروع کئے۔ اور چونکہ رسول اللہ صلعم کا سر میری ران پر رکھا تھا اس لئے ہل نہ سکتی تھی۔ رسول اللہ صلعم صبح تک سوتے رہے اور پانی وضو کے لئے نہ ملا۔ تو خدا نے تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ سید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے (بلکہ اور برکتیں بھی تمہاری وجہ سے مل چکی ہیں) حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب اونٹ پر ہم سوار تھے جب اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہار مل گیا (حدیث ۹۹۳ پ ۱۴ صد ۱۰۲ ترجمہ صحیح بخاری مذکورہ۔ وحدیث ۱۷۹۶ ر ۱۸۱۷ ص ۳۰۵ ترجمہ صحیح بخاری مذکورہ حدیث ۱۸۱۷ ص ۳۰۸ ر ۳۰۹ پ ۱۵۔ حدیث ۱۸۱۷ میں آیت تیمم بھی درج ہے)

اس حدیث سے آنحضرتؐ پر یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ آپ صرف حضرت عائشہ کے ہار کی وجہ سے ان کی خوشنودی کیلئے ایسے مقام پر ٹھہر گئے۔ جہاں پانی نہ تھا اور نہ اصحاب میں سے کسی کے پاس پانی تھا۔ جناب رسولؐ خدا کو یہ احساس نہ ہوا کہ لشکر کے تمام لوگ پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے حالانکہ آپ رحمتہ للعالمین تھے۔ حضرت عائشہ کے ہار گم ہو جانے کا اتنا احساس ہوا کہ ہار ان کے شوق کی چیز تھی لہذا ان کے دل کو صدمہ نہ پہنچے باوجودیکہ دوسرا ہار دستیاب ہو سکتا تھا۔ اور یہ بھی احساس نہ ہوا کہ نماز جو فریضہ الہٰی ہے کیوں کر ادا کی جائے گی یعنی نماز کے قضا ہو جانے کی بھی پرواہ نہ ہوئی۔ آخر جب ہار ملنے سے مایوس ہونے تو لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔

غور تو کیجئے آنحضرت پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ آپ کو صرف حضرت عائشہ کے ہار کی وجہ سے تمام لشکر کا پیاسا رہنا اور نماز کا قضا ہو جانا گوارا ہو گیا (معاذ اللہ)

جناب رسول خداؐ اور جناب عائشہؓ کا ایک تن کے پانی سے غسل کرنا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے ہمارے ہاتھ برتن میں آگے پیچھے پڑا کرتے تھے (بخاری شریف مترجمہ پارہ دوم حدیث ۲۶۶ ص ۲۳ و حدیث ۲۶۸ جس میں یہ ہے کہ میں اور آنحضرت ایک ہی برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور حدیث مسلم شریف اردو ترجمہ ج ۲ ص ۵۴ حصہ اول اور مشکوٰۃ شریف کامل اردو ترجمہ صفحہ ۱۳۸ حدیث ۴۰۳ میں قریب قریب یہ عبارت درج ہے۔

"عائشہ کہتی ہیں کہ میں اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن کے پانی سے غسل کر لیا کرتے تھے جو ہم دونوں کے درمیان ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی برتن سے پانی لیتے اور میں یہ کہتی کہ میرے لئے تو پانی چھوڑ دیجئے میرے لئے بھی تو پانی رہنے دیجئے۔

اس روایت میں بھی جناب عائشہ سے آنحضرت(نعوذ) کی انتہائی محبت و رغبت کا اظہار مقصود ہے اور خصوصیت سے غسل جنابت ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور رسول اللہ حضرت عائشہ سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتے جاتے تھے۔ کہ خود جلدی جلدی پانی لے کر ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اور حضرت عائشہ کا غسل نامکمل چھوڑوا دینا چاہتے تھے۔ یہ ہے افضل الانبیاء و مرسلین کی نفس پروری کی معاذ اللہ تصویر۔

غسل نبیؐ اور حرارت ام المومنین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ

غسل (جنابت) فرما کر میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مل کر گرم ہونا چاہا تو میں نے حضورؐ کو لپٹا لیا۔ حالانکہ میں غسل کئے ہوئے نہیں ہوتی تھی (یعنی حالت جنابت میں ہوتی تھی) ترجمہ اردو ترمذی شریف حدیث نمبر ۱۰۷ مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی۔

آنحضرتؐ کا گلاس لے اس جگہ سے پانی پینا جہاں سے حضرت عائشہ پیتی تھیں

عائشہ کہتی ہیں کہ حیض کی حالت میں کوئی چیز پیتی اور پھر وہی برتن حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے جہاں میرا منہ لگا تھا منہ لگا کر پی لیتے اور کبھی حیض کی حالت میں ہڈی سے نوچ کر گوشت کو کھاتی پھر وہ ہڈی حضورؐ کو دے دیتی اور آپ اسی جگہ منہ رکھ کر گوشت کو نوچتے جہاں میں نے منہ رکھ کر نوچا تھا۔ ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵۷ نمبر ۵۲

حضرت عائشہ کا مسواک چبا کر آنحضرتؐ کو دینا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم میرے سینہ سے سہارا لگائے بیٹھے تھے کہ عبدالرحمن بن ابوبکر مسواک کی ایک تازہ لکڑی لئے ہوئے مسواک کرتے آئے۔ رسول اللہ صلعم نے دیر تک ان کو دیکھا۔ میں سمجھ گئی کہ حضورؐ مسواک کرنی چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے مسواک کو لے کر اپنے منہ میں چبا کر جھاڑ کر صاف کر کے حضورؐ کے دہن مبارک میں دی۔ اس سے بہتر میں نے کبھی حضورؐ کو مسواک کئے ہوئے نہیں دیکھا۔ مسواک سے فارغ ہو کر آپ نے ہاتھ یا انگلی کو اٹھا کر تین بار فرمایا۔ الرفیق الاعلیٰ حضورؐ کی جس وقت وفات ہوئی تو آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان سر رکھے ہوئے تھے (ترجمہ بخاری شریف حدیث نمبر ۱۷۶۱ پ ۱۸ صفحہ ۱۸۷)

اور حدیث نمبر ۱۷۶۵ بخاری شریف مذکور میں یہی مضمون اس طرح مسطور ہے:۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ مجھ پر بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ صلعم نے میرے گھر میں میری باری کے دن اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان وفات پائی۔ اور وفات کے وقت خدا تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور حضور کے لعاب دہن کو جمع کر دیا تھا کیونکہ میں حضور کو سہارا لگائے بیٹھی تھی۔ کہ عبدالرحمٰن مسواک لئے ہوئے آئے (ترجمہ بخاری شریف ص۱۶۶۱ [ج۲]۔ اور حدیث ص۱۶۶۹ ص۱۸۰۸ میں یہی مضمون اس طرح درج ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ صلعم (روزانہ) دریافت فرمایا کرتے کل میں کہاں ہوں گا۔ کل میں کہاں ہوں گا: اس قول سے میری باری کا دن حضور کا مطلب تھا بالآخر تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں رہیں۔ حضور میرے مکان میں چلے آئے۔ اور میرے ہی گھر میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور میری باری ہی کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان آپ کی روح قبض ہوئی۔ اور انتقال کے قریب میرا لعاب دہن اور آپ کا لعاب دہن خدا تعالیٰ نے اکٹھا کر دیا (اس کے بعد مسواک چبا کر دینا وغیرہ بیان کیا) (ترجمہ بخاری شریف ص۱۹۸ پ۱۸)

حضرت عائشہ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک و حنین سے واپس تشریف لائے تو ان کے گھر کے طاق میں پردہ پڑا دیکھا جس کا ایک کونہ ہوا سے کھل گیا۔ اور حضرت عائشہ کے کھیلنے کی گڑیاں اس میں نظر آئیں۔ رسول اللہ نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ عائشہ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں میں نبی صلعم نے ایک گھوڑا بھی دیکھا۔ جس کے دو پر تھے۔ کاغذ کے یا کپڑے کے۔ آپ نے پوچھا یہ ان گڑیوں کے درمیان کیا چیز ہے؟ عائشہ نے کہا یہ گھوڑا ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا اور اس کے یہ دو پر کیسے ہیں؟ عائشہ نے کہا آپ نے سُنا نہیں حضرت سلیمان کے گھوڑے کے دو پر تھے۔ عائشہ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ یہ سُنکر ہنس پڑے کہ آپ کی کچلیاں نظر آنے لگیں (اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف کامل بحوالہ ابوداؤد روایت ۳۱۰۴)

حضرت عائشہ رسول اللہؐ سے ناراض ہو جایا کرتی تھیں

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ کس وقت تو مجھ سے خوش ہے اور کس وقت ناراض ہے۔ میں نے عرض کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوتا ہے؟ فرمایا جب تو مجھ سے خوش ہوتی ہے تو سلسلہ گفتگو میں کہتی ہے "قسم ہے محمّد کے رب کی" اور ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے "قسم ہے ابراہیمؑ کے رب کی" میں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کا نام ناخوشی میں لینا چھوڑ دیتی ہوں (حدیث ۲۲۴ پ ۲۱ جلد سوم ص ۲۱ ترجمہ بخاری شریف مذکورہ)

زن و شوہر کے درمیان زوجہ کی ناراضی کا امکان دونوں کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ زوجہ کے کسی جائز مطالبہ کو اگر شوہر نے رد کیا تو زوجہ کی ناراضی کا سبب ہوتا ہے۔ یا شوہر کی کسی جائز حکم کی خلاف ورزی پر شوہر کی جانب سے عتاب زوجہ کی ناراضی کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور یہ زوجہ کی انتہائی سرکشی کا باعث مانا جاتا ہے۔

یہاں شوہر وہ ہے جو تابع حکم وحی ہے (ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر۔ ہ (آیت ۹ سورہ احقاف پ ۲۶) یہ کہ میں تو اسی کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی اور میں بس ایک ڈرانے والا ہوں۔ یعنی میرا ہر قول و عمل وحی سے مطابق ہے۔ لہٰذا حضور انور کی جانب سے کسی ایسے فعل کے سرزد ہونے کا امکان ہی نہیں جو مرضی خدا کے خلاف ہو صاحب خلق عظیم سے کسی ایسے فعل کا سرزد ہونا

ممکن ہی نہیں جو خدا کے کسی بندہ کے لئے باعث تکلیف اور حکم خدا کے منافی ہو
اور اس بندہ کی اذیت و ناراضی کا سبب ہو۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ خود حضرت عائشہؓ
کی ایسی خواہشیں ہوا کرتی ہوں گی جو نامناسب ہوتی ہوں گی اور حضور انورؐ فرما دیتے
ہوں گے اور ایسی خواہشوں سے منع فرماتے ہوں گے جس سے وہ ناراض ہو جاتی
ہوں گی، اس روایت سے حضرت عائشہ پر پیغمبر اکرمؐ کی نافرمانی کا الزام عائد ہوتا ہے
واضح ہو کہ انبیاء و مرسلین اور خاصان
خدا انہی لوگوں سے محبت کرتے ہیں، انہی لوگوں کو اپنے تقرب سے سرفراز فرماتے ہیں۔
جو خدا کے مطیع و فرمانبردار اور متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں۔ ان اکرمکم عنداللہ
اتقکم۔ پ سورہ الحجرات آیت ۱۳) تم میں خدا کے نزدیک وہ صاحب عزت
ہے۔ و تقرب الی اللہ پر فائز ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔ جو زیادہ متقی و
پرہیزگار ہے۔ الحب للہ والبغض للہ کسی سے محبت بھی خدا کی خوشنودی کے لئے
اس وجہ سے کہ وہ خدا کا مطیع و فرمانبردار ہے۔ اور کسی سے عداوت و دشمنی بھی
اس لئے کہ وہ خدا کا دشمن ہے۔ خدا کا نافرمان ہے۔ اور ایسی دشمنی بھی خدا کی خوشنودی
حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا نے خود یہ معیار محبت و عداوت بتلایا
ہے۔ ارشاد فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون
من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او
عشیرتھم (آیت ۲۲ پ ۲۸ سورہ المجادلہ) اے رسولؐ تم ان لوگوں کو ان
لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہ پاؤ گے جو خدا اور رسول کو دشمن رکھتے ہیں
اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا بھائی ہوں یا بیٹے پوتے ہوں۔ یا ان کی بی بیاں ہوں
یا ان کے کنبے والے ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ خدا ورسولؐ سے محبت کرتے ہیں
وہ ان لوگوں سے محبت نہیں رکھتے، ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتے جو خدا اور رسولؐ
کو دشمن رکھتے ہیں خواہ وہ دشمن رکھنے والے ان کے ماں بھائی بیٹے پوتے بی بی وغیرہ

ہوں ان آیتوں کے پیشِ نظر وہ تمام روایتیں اور حدیثیں جو زیادہ تر خود حضرت عائشہؓ کی زبانی منقول ہیں۔ جو لکھی جا چکی ہیں جن میں رسول صلعم کی حضرت عائشہ سے والہانہ محبت کا تذکرہ ہے سب فرضی اور حضرت عائشہؓ اور رسول اللہ پر بہتانِ عظیم معلوم ہوتی ہیں جن سے رسولِ خدا صلعم کی عصمت و اطاعت معبود پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اور مندرجہ ذیل حدیثیں ان سابقہ حدیثوں کو کالعدم قرار دیتی ہیں۔ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو حکم خدا و حکم رسول کا مطلق پاس لحاظ نہ تھا اور وہ رسولِ خدا کی اذیت رسانی کی مرتکب ہوتی رہتی تھیں۔ ملاحظہ ہو:۔

کیوں کہ خدائے بزرگ و برتر نے قرآن میں متعدد مقامات پر اطیعوا الرسول فرما کر اطاعت رسول کو امت پر واجب قرار دیا ہے۔ اور حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (آیت ۸۰ سورہ النساء پ۵) جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور رسول کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ ارشاد ربّ العزت ہے۔ ومن یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا ہ (آیت ۲۳ سورہ جن پ۲۹) جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ اور وہ اس میں ہمیشہ (جلتا) رہے گا۔ ان آیات سے حضرت عائشہؓ کی ذات مستثنٰی نہیں ہو سکتی۔

بظاہر تو یہ روایت اس لئے بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم صلعم کی جناب عائشہ سے محبت ثابت کی جائے لیکن درپردہ حضرت عائشہ سے دشمنی کی گئی ہے۔ کہ ان کو معاذ اللہ جہنم کا مستحق قرار دے دیا۔

میرا ایمان ہے کہ حضرت عائشہ حضور انور صلعم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی تھیں

خود خدا نے بھی قرآن میں آنحضرت کے خلق کی تعریف کی ہے۔ جب کسی نے پوچھا کہ آنحضرت کا خلق کیا تھا تو ام المؤمنین نے فرمایا کان خلقہ القرآن، ان کا خلق وہی تھا جس کی تعلیم قرآن نے دی ہے۔ لہٰذا ایسے صاحب خلق عظیم سے احکام الٰہی سے ناواقف لوگ بھی ناراض نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ ام المومنین حضرت عائشہ جو احکام قرآن سے زیادہ سے زیادہ واقف تھیں اور رسول کی اطاعت و نافرمانی کے نتائج سے آگاہ تھیں لہٰذا حضرت عائشہ پر سراسر اتہام ہے کہ وہ آنحضرت سے ناراض ہو جایا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ کا آنحضرت کی اذیت میں کوشاں ہونا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول پاک حضرت زینبؓ کے پاس زیادہ ٹھہر جایا کرتے تھے۔ اور وہاں شہد پیا کرتے تھے اس لئے میں نے اور حضرت حفصہ نے باہم مشورہ اور پیمان کر لیا کہ ہم میں سے جس کے پاس رسول اللہ صلعم تشریف لائیں وہ کہہ دے کہ مجھے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ آپ نے مغافیر تناول فرمایا ہے۔ مغافیر ایک قسم کا گوند ہوتا تھا چنانچہ رسول پاکؐ ہم میں سے ایک کے پاس تشریف لائے اور اُس نے حضور سے وہی عرض کیا جو مشورہ ہوا تھا حضورؐ نے فرمایا نہیں میں نے زینبؓ کے پاس شہد پیا ہے۔ اور اب میں آئندہ ہرگز نہیں پیوں گا۔ اس وقت آیت یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ نازل ہوئی ان تتوبا سے خطاب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو ہے اور اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ سے حضورؐ کا وہ قول مراد ہے کہ میں نے شہد پیا ہے۔ پھر میں نہیں پیوں گا۔ میں نے قسم کھائی ہے تم کسی سے نہ کہنا۔" (صحیح بخاری ترجمہ مذکورہ ۹۶۳ پ ۲۱ صفحہ ۲۵ جلد سوم و ۲۶۴ صفحہ ۴۲ وحدیث ۱۶۸۴ پ ۲۷ صفحہ ۱۲۳ جلد سوم)

اس واقعہ کی تفصیل حضرت عمر کی زبانی سنئے :-

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں، مجھے مدت تک حضرت عمرؓ سے یہ بات دریافت کرنے کی آرزو رہی کہ رسول اللہ کی بیویوں میں وہ دو بیویاں کون سی تھیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما یعنی اگر تم دونوں توبہ کرو تو بہتر ہے کیوں کہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں لیکن ہیبت کے مارے میں دریافت نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار حج کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ حج کیا (واپسی میں) حضرت عمرؓ ایک طرف (راستہ میں) مڑ گئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ مڑ گیا۔ اور ایک لوٹا ساتھ لیا گیا۔ حضرت عمرؓ رفع حاجت کر کے آئے میں نے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے وضو کیا۔ اس وقت میں نے کہا۔ امیر المومنین رسول اللہ صلعم کی دو بیویوں میں وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما۔ فرمایا ابن عباسؓ تعجب ہے تم کو یہ بات بھی معلوم نہیں ۔ وہ دونوں عائشہ اور حفصہ تھیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حدیث بیان کرنا شروع کی۔ فرمایا "میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ جو امیہ کے محلہ میں حوالیٔ مدینہ میں رہتے تھے۔ اور باری باری سے رسول صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز وہ جاتا تھا۔ اور ایک روز میں جاتا تھا۔ میں جب جاتا تھا تو وحی وغیرہ جو واقعات اُس دن کے ہوتے تھے ان کی خبر اس کو دیتا تھا۔ اور وہ جاتا تھا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ ہم چونکہ گروہ قریش تھے اس لئے عورتوں پر غالب رہتے تھے۔ لیکن انصار کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ انصار کی عورتوں کی دیکھا دیکھی ہماری عورتیں بھی انہی کی عادات و خصائل اختیار کرنے لگیں۔ ایک روز میں اپنی بیوی پر چلایا۔ اس نے لوٹ کر مجھے جواب دیا۔ مجھے اس کا جواب دینا ناگوار ہوا۔ وہ کہنے لگی تم کو میرا جواب دینا کیوں ناگوار گذرا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلعم کی بیویاں بھی تو حضور کو جواب دیتی ہیں۔ اور بعض عورتیں تو رسول اللہ صلعم سے دن دن بھر علیحدہ رہتی

ہیں زبان نہیں کرتیں) مجھے یہ بات سُنکر ایک خوف پیدا ہُوا اور میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں میں جس نے ایسا کیا وہ خراب ہوئی۔ اس کے بعد میں اپنے سب کپڑے پہن کر گیا۔ اور حفصہ سے جاکر کہا کیا تم میں سے کوئی عورت دن بھر رسول اللہ صلعم کو ناراض رکھتی ہے؟ حفصہ نے کہا ہاں میں نے کہا تو خراب ہوئی کیا رسول اللہ صلعم کو ناراض کر کے خدا کے غضب سے بے خوف رہ سکتی ہے؟ تو ہلاک ہو رسول اللہ صلعم سے زیادہ نہ مانگا کر اور نہ کسی چیز میں حضور سے تکرار اور مقابلہ کیا کر اور نہ کبھی حضور سے ترک کلام کیا کر باقی جس چیز کی تجھ کو ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کر۔ تجھ کو اس بات سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ تیری سوکن رسول اللہ کی چہیتی اور تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ بقدر حاجت (ترجمہ بخاری شریف پ۲۱ حدیث ۱۸۷۴ جلد سوم صد۸۱)

یہی مضمون صحیح مسلم شریف مترجمہ میں بایں الفاظ مسطور ہے:۔

"عائشہؓ کہتی ہیں حضورؐ زینب بنت جحشؓ کے یہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر شہد (کا شربت) پیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے اور حفصہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے یہاں حضورؐ تشریف لائیں وہ آپؐ سے یہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے (مغافیر ایک درخت کا بودار گوند یا پھل ہوتا ہے) کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ چنانچہ (شہد کا شربت پینے کے بعد) حضورؐ ہم میں سے ایک کے پاس آئے اور اُس نے یہی کہا۔ حضورؐ نے فرمایا (مغافیر نہیں کھایا ہے۔ بلکہ شہد کا شربت) زینب کے یہاں پیا ہے۔ اور اب میں کبھی شہد نہ پیوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولاکم وھو العلیم الحکیم و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات

بہ واظہراللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذلک ظہیر۔

ترجمہ :- اے نبی! جس چیز کو اللہ نے تم پر حلال کیا ہے تو اس کو اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر کیوں حرام کرتا ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تم مسلمانوں کو تمہاری قسموں کو توڑنے کے طریقہ بتا دئے کفارہ بتا دیے ہیں۔ اللہ تمہارا حمایتی ہے۔ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ مومنو! تم یاد کرو جب نبی نے اپنی بی بی سے ایک بات چپکے سے کہی اور اس نے دوسری بی بی سے کہی۔ اسے کہدیا اور اس نے اپنے نبی کو اس سے مطلع کردیا۔ تو نبی نے کچھ تو اس بی بی کو جتا دیا اور کچھ نہیں۔ جتایا تو وہ پوچھنے لگی آپ سے یہ کس نے کہا نبی نے کہا مجھے اللہ نے بتایا ہے۔ جو خبردار دانا ہے۔ تم دونوں اللہ کے حضور میں توبہ کرو تو بہتر ہے۔ تم دونوں کے دلوں میں کجی آگئی ہے۔ اور نبی کے ساتھ اگر سازش کروگی تو تو اللہ نبی کا حمایتی ہے۔ اور اس کے بعد جبرئیل مومنین صالح اور دوسرے فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ یہ آیت لم تحرم احل ہے ان تتوبا الی اللہ تک میرے اور حفصہ کے متعلق ہے۔ اور واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حضورؐ کے اس ارشاد سے تعلق ہے کہ میں نے شہد پیا ہے (ترجمہ صحیح مسلم شریف حدیث نمبر ۵۰۷ا حصہ اول صفحہ ۲۴۱)

اس کے بعد اس سورہ میں خدا تعالیٰ ان بیویوں سے خطاب کرکے فرماتا ہے

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمت مؤمنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثیبت وابکارا (آیت ۵ سورہ تحریم پ ۲۸)

(اگر رسول تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی

بی بیاں عطا کرے جو فرمانبردار، ایماندار (خدا اور رسول کی) مطیع (گناہوں سے توبہ کرنے والیاں، عبادت گذار، روزہ رکھنے والیاں، بیاہی ہوئی اور بن بیاہی ہوئی کنواریاں ہوں۔

اس آیت میں خداوند عالم جو دلوں کے پوشیدہ حالات سے واقف ہے فرماتا ہے کہ تم سے اچھی بی بیاں تمہارے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور ان میں یہ صفتیں ہوں گی:-

مسلمات (خدا ورسول کی فرمانبردار) مومنات (ایمان رکھنے والیاں) قنتٰت (خدا ورسول کی مطیع) تٰئبٰت (گناہوں سے توبہ کرنے والیاں) عٰبدٰت (عبادت کرنے والیاں) سٰئحٰت (روزہ رکھنے والیاں)

آنحضرتؐ کے خلاف سازش کرنے والیوں اور حضرتؐ کو اذیت پہنچانیوالی بیویوں سے خداوند عالم مذکورہ چھ صفات کی نفی فرماتا ہے۔

اب ناظرین کو اختیار ہے ان سابقہ حدیثوں اور روایتوں کو جن میں حضرت عائشہ سے آنحضرتؐ کی افراط محبت کا تذکرہ ہے۔ مثلاً جناب عائشہ سے ان کے زمانۂ حیض میں حضرتؐ کا سر میں کنگھی کرانا۔ ان کی گود میں سہارا لگا کر قرآن مجید کی تلاوت فرمانا اور زمانۂ حیض میں ان سے مباشرت کرنا وغیرہ وغیرہ مروی ہے۔ اور اُن میں زیادہ تر خود حضرت عائشہ کی روایت کردہ ہیں یہ صحیح سمجھیں یا قرآن مجید کی ان آیتوں کو صحیح سمجھیں

حضرت عائشہ کی آنحضرتؐ کی دوسری بیویوں سے بدخلقی اور آنحضرتؐ کو ایذا پہنچانا

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم (ایک روز) اپنی کسی بیوی (عائشہ) کے پاس تھے کہ دوسری بی بی (زینب) نے ایک رکابی میں کھانا بھیجا۔ رسول اللہ صلعم جس بیوی کے گھر میں تھے انہوں نے

رکابی اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلعم نے ٹکڑے جمع کئے اور اس میں کھانا اکٹھا کرنے لگے۔ اور فرمانے لگے تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ پھر خادم کو روک لیا۔ اور جس بیوی کے گھر میں تھے ان کے پاس سے ایک سالم رکابی لے کر ان بیوی کو بھجوا دی جن کی رکابی ٹوٹ گئی تھی۔ اور جس بیوی نے رکابی توڑی تھی ان کے گھر میں شکستہ رکابی رکھ دی (ترجمہ بخاری شریف مذکورہ جلد سوم پ ۲۱ حدیث ۲۲۱ ۔ ۱۷۵۲ پ ۲۳)

زبانِ رسولؐ سے جنابِ خدیجہؓ کی تعریف سننا جنابِ عائشہؓ کو گوارا نہ تھا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلعم کی کسی بیوی سے اتنا رشک نہ ہوا جتنا حضرت خدیجہ سے ہوا کیونکہ رسول اللہ صلعم ان کا تذکرہ اور تعریف بکثرت کرتے تھے۔ اور رسولؐ کے پاس وحی آئی تھی کہ حضرت خدیجہ کو بشارت دے دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتیوں اور یاقوت کا مکان ہے (ترجمہ بخاری شریف مذکورہ پ ۲۱ ص ۲۲۵ حدیث ۴۱ جلد سوم)

حضرت عائشہؓ کا جنابِ خدیجہؓ کی مذمت کر کے رسولؐ کو اذیت دینا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ نے حضورؐ سے آنے کی اجازت طلب کی آپ کو ہالہ کی آواز سنکر حضرت خدیجہؓ کا اجازت طلب کرنا یاد آگیا۔ اور کچھ گھبراہٹ پیدا ہوگئی اور فوراً فرمایا یا الٰہی یہ ہالہ ہو۔ مجھے یہ سن کر غیرت آئی اور میں نے کہا کیا آپ اس قریشی بڑھیا کو یاد کرتے ہیں جس کے مسوڑھے لال لال تھے (یعنی منہ میں دانت نہ تھے) اور مدت ہوئی کہ اس کا انتقال بھی ہوگیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اُس سے بہتر عوض آپ کو عنایت کر دیا (ترجمہ بخاری شریف جلد دوم

پ ۱۵ م ۲۹۹ صفحہ ۱۱۶ ، ۱۱۷)

یہی حدیث صفحہ ۱۱ پر ان الفاظ میں درج ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہؓ پر آتی تھی اتنی کسی اور بی بی پر نہ آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ان کو بہت یاد کرتے تھے حالانکہ حضورؐ نے میرے ساتھ نکاح ان کے انتقال کے تین سال بعد کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دے دیا تھا کہ خدیجہؓ کو موتیوں کے مکان کی بشارت دے دو۔ (م ۱۰۹۲ پ ۱۵ مذکور)

مذکورہ تینوں روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عائشہ کو آنحضرتؐ سے قطعی محبت نہ تھی۔ اگر محبت ہوتی تو اس طرح آنحضرتؐ کا دل نہ دکھاتیں اور ایذا نہ پہنچاتیں اور خدا کی اس تنبیہ اور وعید کا بھی خوف نہ تھا والذین یوذون الرسول اللہ لھم عذاب الیم (سورہ توبہ آیت ۶۱ پ ۱۰) جو لوگ رسول خدا کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

جناب رسول خدا کے نزدیک حضرت عائشہؓ وحفصہ یوسفؑ کی ساتھ والیوں کے مانند تھیں

ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور انور صلعم نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ لوگوں سے کہو کہ حضرت ابوبکر سے کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو سوائے رونے کے کچھ بھی نہ سنا سکیں گے آپ حضرت عمرؓ کو فرمائیں تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لیکن حضورؐ نے وہی فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (اس وقت لاچار ہو کر) میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ حضورؐ سے تم عرض کرو اگر ابوبکر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوں گے تو (شدت) گریہ سے لوگوں کو کچھ سنا نہ سکیں گے۔ آپ حضرت عمرؓ کو فرمائیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حفصہ نے عرض

کیا تو حضورؐ نے فرمایا "تم یوسفؑ کی ساتھ والیوں کی طرح ہو"۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ (ترجمہ بخاری شریف پ ۲۹ ص ۲۰ جلد سوم حدیث ۲۲۹۹)

لیکن واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے حضرتؐ کا ان دونوں کو یوسف کی ساتھ والیوں سے مثل فرمانا بے محل اور بے ربط معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ حضرت یوسف کی ساتھ والیاں وہ عورتیں تھیں جنہوں نے حضرت یوسفؑ کو پوشیدہ پیغام بھیج کر اپنی طرف راغب کرنا چاہا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں حضرت یوسف کی زبانی اس طرح مذکور ہے۔

قال رب السجن احب الیّ مما یدعوننی الیہ والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن واکن من الجاھلین (آیت ۳۳ سورہ یوسف پ ۱۲)

جناب یوسف نے دعا کی۔ میرے پالنے والے! میں قید خانہ کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں جس کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش کرتی ہیں اور اگر تو ان عورتوں کے مکر و فریب مجھ سے دفع نہ فرمائے گا تو (ایسا نہ ہو کہ) میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں۔ اور جاہلوں میں شمار کیا جاؤں۔

پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی حقیقت کا علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف مدارج النبوۃ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم (طبع بار سوم) صفحہ ۴۸۶ میں اس طرح انکشاف فرمایا ہے۔

در روایتے آمدہ کہ آنحضرتؐ ابو اسید ساعدی را فرستاد تا اسماء را بمدینہ آورد واز جمال او بمدینہ شہرت یافتہ بود زنان بہ تفرج او آمدند و امہات المومنین نیز رشک بردند و او را آموختہ بودند کہ با وے بگوید تو دختر ملوکی اگر خواہی کہ خوش بختی پیش او باشی چوں با تو خلوت کند بگو اعوذ باللہ منک کہ ترا بسیار دوست خواہد داشت در روایتے آنکہ چوں وے را نزد آنحضرتؐ آوردند زنان بروے بسیار رشک بردند و در صورت آنحضرتؐ شفقت و مہربانی خود را آوردہ باوے اختلاط کردند۔ عائشہؓ

باحفصہ گفت کہ تو او را حنائے بندی و من موئے سرش شانہ کنم آنگاہ بوے آں حرف گفتند کہ چوں آنحضرتؐ خلوت کند باو بگوید اعوذ باللہ منک چوں آنحضرتؐ باو بحجرہ در آمد و پردہ فرو گذاشت و خواست کہ باو مباشرت کند گفت اعوذ باللہ منک حضرت از نزد وے برجست و فرمود بمعاذی عظیم پناہ جستی برخیز و باہل خود ملحق شو و ابو اسید را گفت تا او را بقبیلہ اش برد۔ بعد ازاں آنحضرتؐ را خبر دار کردند کہ زنان ایں چنیں مکر و رحق وے انگیختہ بودند فرمود انھن صواحب یوسف وان کیدھن عظیم

(ترجمہ) ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ابو اسید ساعدی کو بھیجا۔ وہ اسماء کو مدینہ میں لائے اس کا حسن و جمال مدینہ میں مشہور ہو چکا تھا۔ عورتیں ان کو دیکھنے آئیں۔ رسول اللہؐ کی بیویوں نے ایک عورت کو سکھایا کہ اس سے کہے کہ تو ایک بادشاہ کی لڑکی ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ اس شوہر (یعنی رسول اللہؐ) کے نزدیک گرامی اور عزت والی بنے تو جب وہ تیرے ساتھ خلوت کریں تو کہنا میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں پھر وہ تجھ کو بہت زیادہ دوست رکھیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اس عورت کو آنحضرتؐ کے پاس لائے تو عورتوں کو اس پر بہت رشک تھا۔ اور آنحضرتؐ اس کے ساتھ بہت شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔ عائشہؓ نے حفصہؓ سے کہا کہ تم اس کو مہندی لگاؤ میں اس کے کنگھی کرتی ہوں۔ اس وقت اس کو یہ بات سکھائی کہ جب آنحضرتؐ تجھ سے خلوت کریں تو کہنا میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ جب حضورؐ اکرم اس کے پاس حجرے میں تشریف لے گئے اور پردہ گرایا اور چاہا کہ اس سے مباشرت کریں۔ اس نے کہا میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضرت اس کے پاس سے کود کر الگ ہو گئے۔ اور فرمایا بہت بڑی پناہ گاہ کی طرف تو نے پناہ چاہی۔ اٹھ اور اپنے قبیلہ میں چلی جا۔ اور ابو اسید سے کہا تو اس نے اس کو اس کے خاندان میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد

حضرت کو لوگوں نے آگاہ کیا۔ کہ ان عورتوں (عائشہ وحفصہ) نے اس کے ساتھ یہ فریب کیا تھا۔ تو حضرت نے فرمایا وہ سب یوسف والیاں ہیں۔ اور ان کا مکر عظیم ہے۔

یہ روایت آنحضرتؐ کی حضرت عائشہ سے والہانہ محبت کے اظہار کی تمام روایتیں کالعدم کر دیتی ہے۔ اور حضرت عائشہ اور حفصہ دونوں مخدرات پر ایذائے رسولؐ کا جرم ثابت کرتی ہے عقل حیران ہے کہ کن روایتوں کو صحیح سمجھا جائے اور کن روایتوں کو غلط۔ کجا وہ شورا شوری کجا یہ بے نمکی۔ کہاں حضرت اقدس صلعم کی حضرت عائشہ سے وہ محبت کہ حضرت عائشہؓ پانی پی کر آنحضرتؐ کو وہ ظرف دے دیتی تھیں اور حضورؐ کو خواہ پانی کی خواہش ہوتی رہی ہو یا نہ رہتی ہو مگر حضرت عائشہ کی خاطر سے وہ ظرف لے لیتے تھے اور اسی جگہ سے منہ لگا کر پیتے تھے جہاں سے حضرت عائشہ کا منہ لگا ہوتا تھا۔ اور دانتوں سے گوشت نوچ کر حضرت عائشہ وہ ہڈی آنحضرتؐ کو دے دیتی تھیں اور حضرتؐ اسی جگہ منہ لگاتے تھے جہاں سے گوشت نوچا گیا ہوتا تھا۔ جب کہ اس جگہ صرف ہڈی رہ جاتی ہوگی کیونکہ گوشت تو حضرت عائشہ نوچ کر کھا لیتی تھیں پھر حضرتؐ کو دیتی تھیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی خاطر سے اس ہڈی کو چوستے تھے۔ جس میں گوشت تو نہیں صرف حضرت عائشہ کی محبت کی لذت ہوتی ہوگی۔ اور حضرتؐ غسل فرماتے تھے تو حضرت عائشہ ان کو لپٹ کر گرم کر دیتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور کہاں یہ ارشاد کہ وہ سب (حضرت عائشہ وحفصہ) یوسف والیاں ہیں۔ اور ان کا مکر عظیم ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

حضرت عائشہ وحفصہ کے پیغمبر اکرمؐ کو ایذا دینے کی روایت یہ ثابت کرتی ہے کہ ان معظمات کا خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ تھا وہ آنحضرتؐ کو بھی مثل معمولی انسانوں کے سمجھتی تھیں۔ اگر ایمان ہوتا تو اس آیت والذین یوذون رسول اللہ الخ کی وعید سے ڈرتیں۔

میرے دل میں امہات المومنین کی بڑی عزت ہے۔ بڑی عظمت ہے۔ ان

کی شان میں تو بڑی بات ہے۔ ان کی ادنیٰ کنیزوں کی شان میں سوءِ ظن گناہ عظیم سمجھتا ہوں۔ اسی جذبہ نے مجھے ان تمام احادیث کی تردید اور حضرت عائشہ کی ذات والا صفات کو ان الزامات سے بری کرنے پر مجبور کیا۔ جو اُن روایات سے معظمہ پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ آیۂ تحریم کی تاویل کیوں کر کروں جس میں ربّ العزت فرماتا ہے ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما اگر تم دونوں (اے عائشہ اور حفصہ) اللہ سے توبہ کرو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دلوں میں کجی آگئی ہے) یعنی تم دونوں کے دل راہِ راست سے پھر گئے ہیں۔ اور رسولؐ کی ایذا رسانی کی پاداش میں جو وعید اس آیت والذین یوذون رسول اللہ الیم میں ہے۔ اس کی تردید کس طرح کی جائے۔ ممکن ہے ان دونوں مخدرات نے توبہ کرلی ہو اور خدا نے معاف کر دیا ہو کیوں کہ وہ بڑا توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ میں کوئی فیصلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

جناب عائشہ کا آنحضرتؐ کو اُن کے آخر وقت باوجود ممانعت کے دوا پلانا اور آنحضرتؐ کا عتاب فرمانا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں دورانِ مرض میں ہم نے حضورؐ کے حلق میں دوا ڈالی تھی۔ اور حضورؐ اشارہ سے فرمارہے تھے کہ میرے حلق میں دوا نہ ڈالو۔ لیکن ہم نے خیال کیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مریض دوا کو برا سمجھتا ہے۔ حضورؐ کو جب ہوش آیا تو فرمایا کیا میں نے تم کو حلق میں دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے عرض کیا ہم اس کی وجہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ مریض دوا سے نفرت کرتا ہے۔ فرمایا اچھا تو کوئی شخص گھر میں ایسا باقی نہ رہے جس کے حلق میں میرے سامنے دوا نہ ڈالی جائے بجز ابن عباس مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ تمہارے ساتھ موجود نہ تھا۔ (بخاری شریف مترجمہ مذکورہ پ ۲۳ ص ۹۲ حدیث ۱۵ و حدیث ۱۸۹۴ پ ۲۸ ص ۱۲۰ جلد سوم۔ اور حدیث ۱۶۷۳ پ ۱۸ ص ۱۹۹ جلد

دوم میں اس حدیث کے آخر میں قوس کے درمیان مترجم کا یہ قول درج ہے کہ
"یہ فرمان حضورؐ نے بطور تنبیہ فرمایا تھا"۔

واضح ہو کہ رسولؐ کی اطاعت کے لیئے خدا کا حکم قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بالفاظ اطیعوا الرسول موجود ہے۔ رسول کے حکم کے لیئے کسی زمانہ اور وقت کی قید نہیں۔ کہ رسولؐ اگر زمانہ صحت میں حکم دیں تو مانو۔ اگر زمانۂ علالت میں حکم دیں تو نہ مانو۔ رسولؐ کا کوئی حکم مستثنیٰ نہیں کہ اگر فلاں قسم کا حکم دیں تو اطاعت کرو اور فلاں قسم کا حکم دیں تو ٹال جاؤ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اطاعت مطلق کا حکم ہے۔ پیغمبر جس وقت جو حکم دیں، رات کو، دن کو، حضر میں، سفر میں۔ حالت صحت میں، عالم علالت میں، اس کی اطاعت کرو۔ اگر نافرمانی کی تو یاد رکھو من یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا (سورۂ تحریم) جس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لیئے جہنم کی آگ ہے۔ ایسے لوگ اس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

اگر دوا پلانے والی روایت صحیح مان لی جائے تو یہ گمان بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ممکن ہے کہ آنحضرتؐ کو زہر دیا گیا ہو۔ کیوں کہ پیغمبر بستر علالت پر پڑے ہیں۔ بیماری شدید ہے۔ بولا نہیں جاتا۔ اشارہ سے منع کرتے ہیں کہ میرے حلق میں دوا نہ ڈالو۔ مگر حضرت عائشہ نہیں مانتی ہیں۔ اور زبردستی پیغمبر کے حلق میں دوا ڈالتی ہیں۔ اس ممانعت سے پیغمبر کی حضرت عائشہ پر بدگمانی ثابت ہوتی ہے۔ اور ان فقروں سے کہ اب جتنے لوگ موجود ہیں میرے سامنے سب کے حلق میں دوا ڈالو سوائے ابن عباس کے کہ جو اس وقت موجود نہ تھے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر کو یقین رہا ہو کہ یہ دوا کی صورت میں مجھے زہر دیا جا رہا ہے۔ ورنہ پیغمبر دوا اور علاج کے فوائد سے ناواقف نہ تھے علاج نہ کرنا بظاہر ایک طرح سے موت کو دعوت دینا ہے جو خودکشی کے مترادف ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت بی بی عائشہ سے بدگمان اور آپ کو ممکن ہے یقین رہا ہو۔ کہ یہ دوا کے بجائے دوا کے نام سے مجھے زہر دیا جا رہا ہے

آنحضرتؐ پر ہوس پرستی کا الزام

ابواسید کہتے ہیں ہم حضورؐ کے ہمراہ باہر نکل کر ایک باغ کی طرف چلے جس کو شوط کہتے تھے۔ جاتے جاتے جب باغ کے دونوں قطعوں کے بیچ میں پہنچے تو وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم یہیں بیٹھو۔ یہ فرما کر حضورؐ اندر چلے گئے۔ وہاں آپ کے پاس جون یعنی امیمہ بنت نعمان کو پیش کیا گیا۔ اور اس کو ایک مکان میں اتارا گیا۔ اس کے ساتھ اس کی دایہ یعنی کھلائی بھی تھی۔ جب حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا کہ مجھے اپنے نفس کا اختیار دے دے۔ اس نے کہا کیا ملکہ بھی معمولی رعایا کو اپنے نفس کا اختیار دے سکتی ہے؟ حضورؐ نے ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کی تسکین خاطر کے لئے اس کے جسم پر رکھیں۔ اس نے کہا میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تو نے بڑی پناہ پکڑی۔ یہ فرما کر حضورؐ باہر نکل آئے اور فرمایا ابواسید اس عورت کو کتان کا ایک جوڑا دے کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو (ترجمہ بخاری شریف پ ۲۱ جلد سوم ص ۲۲۴ حدیث ۲۴۹)

یہی حدیث زبدۃ البخاری ترجمہ صحیح بخاری مترجمہ جناب مولانا آغا رفیق صاحب بلند شہری جو حدیث آنحضرتؐ کی زریں حدیثوں کا مجموعہ ہے مطبوعہ مدینہ پریس بجنور کے ص ۲۳۲ پر حدیث نمبر ۲۳۰ ان الفاظ میں درج ہے:۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب جون کی بیٹی رسول اللہ کی خدمت میں لائی گئی اور آپ اس کے قریب گئے تو بولی کہ "میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں"۔ آپ نے فرمایا "تو نے بڑی ذات کی پناہ چاہی ہے، جا اپنے گھر والوں میں چلی جا"۔

حدیث بالا کی تشریح نمبر ۲۳۰ ص ۲۳۲ زبدۃ البخاری مذکورہ:۔

جناب ابواسید کہتے ہیں کہ جب جون کی بیٹی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائی گئی اور اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی تھی تو رسول اللہ صلعم نے اس سے فرمایا "تو اپنا نفس مجھ پر ہبہ کر دے"۔ اس نے کہا "کیا شہزادی اپنے نفس کو بازاری آدمی کے لئے ہبہ کر سکتی ہے"۔ ابواسید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھا کر اس کے

جسم پر رکھنا چاہا تاکہ اس کو تسکین دیں۔ پس اس نے کہا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے بڑی پناہ دینے والے کی پناہ طلب کی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو اسید اس کو دو رازقی کپڑے پہنا کر اس کے رشتہ داروں میں پہنچا دو۔

میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کا کوئی مسلمان اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ اس روایت سے سراسر شانِ رسالت کی توہین ہوتی ہے۔ اور آنحضرتؐ کو مرتبۂ رسالتؐ سے گراتی ہے۔ یقیناً یہ روایت ان یہودیوں کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اور بظاہر مسلمان ہو کر منافقین میں شامل تھے۔ اور دوست بن کر اسلام کے پاکیزہ اصول کے منافی اور آنحضرتؐ کی ذات اقدس کو مثل بازاری ہوس پرست مردوں کے ثابت کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کے افعال و اقوال کے دلدادہ مسلمانوں کو جو کچھ رطب و یابس ملا رسولؐ سے اپنی محبت و شیفتگی کی بنا پر جمع کر دیا۔

غور تو کیجئے اس روایت سے سوائے اس کے اور کیا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نو یا گیارہ بی بیوں کی موجودگی میں بھی معاذ اللہ اس قدر ہوس پرست تھے کہ ایک نامحرم عورت کو باغ میں بلواتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ آپ کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے آپ کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ ورنہ اس ارشاد کی کیا ضرورت تھی کہ تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے وہ انکار کرتی ہے اور آنحضرتؐ کو نہایت حقیر بازاری کہتے ہوئے انکار کرتی ہے۔ اس کے باوجود حضرت اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ کہ اس کے جسم پر رکھ کر اس کو تسکین دیں۔ نہیں معلوم جسم کے کس حصہ پہ دست مبارک رکھنا چاہتے تھے۔ کہ اس نے فوراً کہا کہ میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ تو آپ دست بردار ہو گئے۔ جب کہ آنحضرتؐ کی تعلیم یہ ہے کہ نامحرم عورتوں پر قصداً نگاہ کرنا حرام ہے۔ تو ایسا فعل حرام خود کیوں کر

کر سکتے تھے۔ اور صرف نگاہ ہی نہیں بلکہ نامحرم کو ہاتھ لگانے کی کوشش بھی فرما رہے تھے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون اور کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنی ذات کو بھولے ہوئے ہو۔ حالانکہ تم کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہو۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے) سورہ بقرہ پ۱ آیت ۴۴) گویا رسول اللہؐ عقل سے کام نہیں لیتے تھے۔ اور خواہش نفس کے پیرو تھے (نعوذ باللہ من ذالک)

مسئلہ غسل اور بیہودہ ترین روایت

عائشہ کہتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری موجودگی میں اس شخص کی بابت پوچھا جو اپنی عورت سے جماع کرے اور پھر چھوڑ دے (یعنی انزال کے بغیر چھوڑ دے) کیا اس صورت میں دونوں پر غسل واجب ہو گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اور یہ (یعنی عائشہ) ایسا کرتے ہیں اور پھر دونوں غسل کرتے ہیں (حدیث ۷۹۹ ترجمہ صحیح مسلم کامل حصہ اوّل صفحہ ۵۶۷۵)۔

جواب میں آنحضرت کا ہاں یا نہ کہہ دینا کافی تھا، لیکن اس صورت میں حضرت عائشہ کے ساتھ انتہائی خصوصیت کا اظہار نہ ہوتا۔ اور راوی کی غرض پوری نہ ہوتی کہ میں اور یہ (یعنی حضرت عائشہ) ایسا کرتے ہیں اور پھر دونوں غسل کرتے ہیں۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت (معاذ اللہ) انتہا سے زیادہ نفس پرست تھے۔ کہ ایک بار سیر نہیں ہونا چاہتے تھے۔ بلکہ خواہش نفس کے باقی رکھنے میں زیادہ لذت محسوس کرتے تھے اور بار بار تا اختتام عمل غسل فرما کر محظوظ ہوتے تھے (نعوذ باللہ من ذالک)

سائل کا جواب "ہاں دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے"۔ فرمانے سے پورا ہو جاتا۔ اس کے بعد بے ضرورت کلام اور اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ میں

اور یہ ایسا کرتے ہیں اور پھر دونوں غسل کرتے ہیں۔ ایک پیغمبر کی شان کے خلاف ہے، کیوں کہ پیغمبر دنیا کو تہذیب و ادب اور شرم و حیا سکھانے کے لئے آتا ہے۔

وہ صاحب تہذیب و ادب جس سے دنیا نے تہذیب و ادب سیکھا جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے فصحائے عرب سرنگوں ہوں جس کا کلام وحی الٰہی ہو اس کی جانب ایسا کلام منسوب کیا جاتا ہے جس کو نہ فصاحت و بلاغت سے کوئی تعلق ہے اور نہ تہذیب و ادب سے قطعاً واسطہ بلکہ بدتہذیبی اور بے شرمی کا مظہر ہے۔ کہ کوئی معمولی عالم بھی ایسا جواب دینے میں شرم محسوس کرے گا۔ چہ جائیکہ وہ ذاتِ اقدس جس کا ارشاد ہو کہ "حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے (بخاری شریف پ۱ حدیث نمبر ۲ و ترمذی شریف جلد دوم حدیث نمبر ۹۱، صفحہ ۴۸۰) نیز جس کی حیا کے بارے میں ابو سعید خدری صحابی کا بیان ہو کہ "رسول خدا صلعم نہایت حیادار تھے۔ ان کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیادار جو پردہ میں ہوں۔ (ترجمہ مشکوٰۃ شریف کامل ص۹۴۲ حدیث نمبر ۵۵۲۴ بحوالہ بخاری و مسلم)

خدارا انصاف کیجئے کہ اس جواب میں جو آنحضرتؐ کی جانب منسوب کیا جا رہا ہے۔ شرم و حیا کا کچھ بھی شائبہ ہے؟

حضرت کی جانب ایسے جواب کو منسوب کرنا پیغمبرؐ پر افتراء ہے، بہتان ہے۔ خدا تمام مسلمانوں کو حضورؐ انور پر افتراء کرنے سے محفوظ رکھے۔

حضورؐ پر پشت بقبلہ رفع حاجت کرنے کا الزام

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جب تم پاخانے کو جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرکے نہ بیٹھو (ترمذی شریف اردو جلد اول ص۳۶ حدیث نمبر ۸ مطبوعہ دہلی) اس کے برعکس خود حضورؐ کا فعل ملاحظہ ہو:۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن میں حفصہ کے گھر پر چڑھ گیا (اتفاقاً بلا قصد میری نظر پڑ گئی) میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے وقت شام کی طرف منہ کئے ہوئے تھے اور آپ کی پشت قبلہ کی طرف تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ آنحضرتؐ دوسروں کو منع کریں کہ پشت بقبلہ ہو کر پاخانہ نہ کرو۔ اور خود قبلہ کی طرف پشت کر کے رفع حاجت فرمائیں۔

آنحضرتؐ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (معاذاللہ)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ کسی قوم کے کوڑا جمع ہونے کے مقام پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر وہاں پیشاب کیا۔ بعد کو پانی طلب کیا۔ میں پانی لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ نے وضو کیا (ترجمہ بخاری شریف پ حدیث نمبر ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱۔ وصحیح مسلم شریف ترجمہ دہلی حصہ اول حدیث ۲۲۸ صفحہ ۷۸ و ترمذی شریف ترجمہ جلد اول مطبوعہ دہلی حدیث ۱۲ صفحہ ۳۷)

مترجم صحیح ترمذی یہ حدیث لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "اس حدیث سے بعض علماء نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت دی ہے۔ اس زمانہ کے بعض نمائی تجدد پرور اور مغربی تہذیب کے دلدادہ اسی حدیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ تہذیب الاخلاق میں نواب محسن الملک (مہدی علی خان) نے بڑی شد ومد سے اس مذموم جواز کو موید کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر بے سود۔

کیوں کہ حضور کے اس فعل کی نسبت محدثین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ چونکہ وہ جگہ نجاست سے بھری تھی اس لئے بیٹھنے کے قابل نہ تھی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ آگے کی زمین اونچی اور پیچھے کی زمین نیچی تھی۔ اس لئے پیچھے سے نجس ہونے کا خطرہ ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سے حضورؐ کا مقصود یہ تھا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت دی جائے۔ بہرحال اس حدیث سے بحالت مجبوری کھڑے

ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت نکلتی ہے۔ بلا مجبوری ایسا کرنے کا جواز نہیں نکلتا۔ اور یہ حدیث مجددین کے لئے مفید نہیں" (مترجم)

فاضل مترجم نے آنحضرتؐ کے اس فعل کو حالت مجبوری پر محمول فرمایا ہے۔ اور علماء کی قیاس آرائیاں بھی تحریر کی ہیں۔ حالانکہ یہ صرف قیاس آرائیاں ہیں اور یہ توجیہات ہر ایک کی طبع زاد ہیں۔ اور نہایت کمزور کسی ایک موقف پر ہر ایک متفق بھی نہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ "آنحضرت نے قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس پر بعض محدثین نے لکھا ہے۔ "چونکہ وہ جگہ نجاست سے بھری تھی اس لئے بیٹھنے کے قابل نہ تھی۔ جب وہ جگہ نجاست سے بھری ہوئی تھی تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں وہاں کی نجاست اور پیشاب کی چھینٹ دونوں سے نجس ہونے کا زیادہ امکان تھا۔ اس لئے عام محتاط آدمی بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گوارا نہیں کر سکتا اور جس محدث کا یہ قول ہے کہ آگے کی زمین اونچی تھی اور پیچھے کی جگہ نیچی تھی اس لئے پیچھے سے کپڑوں کے نجس ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے حضور نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ لیکن ایسی جگہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی صورت میں کپڑوں کو اوپر اٹھا لینے سے کپڑوں کے نجس ہونے کا تو بالکل خطرہ نہیں ہوتا۔ اور کھڑے ہو کر کسی جگہ پیشاب کرنے سے تو پیشاب کی چھینٹوں کے بدن اور کپڑوں پر پڑنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص جو پیشاب سے بچنے کی احتیاط کرتا ہے۔ ایسے مقام پر ہرگز پیشاب نہیں کر سکتا۔ الغرض یہ محدثین کی قیاس آرائیاں حقیقت سے دور ہیں جس کی سمجھ میں جو آیا اس نے بیان کر دیا۔ لیکن حدیث مذکور میں اس قسم کی قیاس آرائیوں کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ہاں اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مذموم ہے۔ جو عوام بھی گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا جو فعل عوام کے نزدیک قابل مذمت ہو اسے آنحضرتؐ کبھی نہیں بجا لا سکتے۔

حضورؐ پر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کا الزام

حضرت ابوموسیٰ پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق بہت تشدد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تھا تو اس کو کاٹ ڈالتا تھا۔ حضرت حذیفہ نے یہ سُن کر فرمایا کاش ابوموسیٰ اس تشدد سے باز رہتے۔ رسول اللہ ایک قوم کے کوڑا گھر پر (ایک بار) تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر آپ نے پیشاب کیا۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کو پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی (تشارت) ترجمہ بخاری شریف پ۱ حدیث نمبر ۲۳۱ صفحہ ۲۱

یعنی علماء کی قیاس آرائیوں کو حضرت حذیفہ نے بیکار کر دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ آنحضرت کو پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی اتنی پرواہ نہ تھی اور ابوموسیٰ پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق بہت تشدد کرتے تھے۔ گویا ان کا تشدد کرنا آنحضرت کی پیروی کے خلاف تھا۔

آنحضرتؐ پر شیطان کا قابو (معاذ اللہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضور پاک نے ارشاد فرمایا کہ یہ کتنی بری بات ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں فلاں فلاں آیتیں بھول گیا ہوں یوں کہنا چاہیئے کہ فلاں فلاں آیتیں (شیطان کی طرف سے) مجھے فراموش کرا دی گئیں۔
(حدیث نمبر ۴۵ صفحہ ۳۶ بخاری شریف پ۲۱) و مسلم شریف نمبر ۹۴۴ حصہ اول صفحہ ۱۲۸)

قوس کے درمیان مترجم کے الفاظ ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مترجم کے اعتقاد میں شیطان کو آنحضرتؐ پر قابو حاصل ہو جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت کو لوگوں کا یہ کہنا پسند نہ تھا کہ "آنحضرت فلاں فلاں آیتیں بھول گئے ہیں، مگر اس سے قبل حدیث نمبر ۳۲ و ۳۴ میں آنحضرتؐ خود اقرار فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں فلاں آیتیں فراموش ہو گئی تھیں۔ ملاحظہ ہو

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول پاکؐ نے ایک آدمی کو مسجد میں قرآن پڑھتے سُنا۔ فرمایا اس شخص پر خدا رحمت نازل کرے اس نے مجھے فلاں سورت کی فلاں

فلاں آیتیں یاد دلادیں۔ حدیث ۲۲ ۳۲ اور حدیث ۲۳ میں ہے کہ (یہ آیتیں مجھے) فراموش ہو گئی تھیں۔

آنحضرتؐ کا ارشاد کہ قرآن کی سورۃ یا آیت بھولنے سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں

انس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ میری امت کے ثواب میرے روبرو پیش کئے گئے یہاں تک کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اور خاک نکالنے اور صفائی کرنے کا ثواب بھی۔ اور پیش کئے گئے میرے سامنے میری اُمت کے گناہ۔ اُن گناہوں میں مجھ کو اس سے بڑھکر کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو۔ (اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۶۶۵ صفحہ ۱۶۱ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد) و ترمذی شریف اردو جلد دوم حدیث ۱۰۶۳ صفحہ ۵۲۰ مطبوعہ دہلی)

جب آنحضرتؐ بھول سکتے تھے اور معاذاللہ آیتوں کے بھولنے کے گناہ کے مرتکب ہو سکتے تھے تو کیوں کر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ احکام الٰہی حضرتؐ نے بے کم و کاست پہنچا دیا ممکن ہے اُن میں سے بھی کچھ بھول گئے ہوں اور کوئی حکم خدا تبلیغ کرنے سے رہ گیا ہو۔ خود دنیا دونوں میں سے کسی میں یہ صلاحیت تھی کہ حضرت کے سہو اور عدم سہو کا علم ہو سکتا اور نہ کسی اور پر وحی آتی تھی جو یہ یقین دلاتا کہ حضرت احکام پہنچانے میں کچھ نہیں بھولے مختصر یہ کہ مذکورہ حدیث سے آنحضرتؐ کی رسالت مشکوک ضرور ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز میں بھی آنحضرتؐ کو سہو ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو:-

آنحضرتؐ پر سہواً ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھانیکا الزام

حضرت عبداللہؓ بن قیس کہتے ہیں کہ ہم کو رسول کریمؐ نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھائیں۔ کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت نماز بڑھا دی گئی۔ آپ نے فرمایا کیسے؟ لوگوں نے کہا آپ نے پانچ رکعتیں ادا کی ہیں۔ تب آپ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے (ترجمہ بخاری شریف حدیث نمبر ۱۲۲۱ پ ۴ جلد سوم صفحہ ۱۹۵)

آنحضرتؐ پر ادھوری نماز پڑھنے کا الزام

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں جب رسول مقبول ظہر یا عصرؒ کی دو رکعتیں پڑھا کر فارغ ہو گئے تو ذوالیدین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ کو سہو ہو گیا (تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ سب نے عرض کیا ہاں حضور (یہ سچ کہتے ہیں) (راوی کہتے ہیں کہ) پھر حضور انور صلعم کھڑے ہوئے اور پچھلی دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیر کر تکبیر کہی اور پہلے سجدوں کی طرح سجدہ کیا اور پھر سر اٹھایا۔ (حدیث نمبر ۲۲۳ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶ ترجمہ بخاری شریف پ ۴ ۔ یہی حدیث پ ۵ صفحہ ۹۵ پر بقیہ نمبر ۱۰۴۴ بجنسہٖ درج ہے۔

۴ آنحضرتؐ پر مضحکہ خیز نماز پڑھنے کا الزام

آنحضرتؐ نے اپنے لئے ایک منبر بنوایا۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ یہ منبر تین درجہ کا بنایا گیا۔ حضورؐ نے اس کو اس جگہ رکھوا دیا۔ یہ منبر مقام غابہ کی کیکر کی لکڑی کا تھا۔ میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا۔ اور جو لوگ آپ کے پیچھے تھے انہوں نے بھی اللہ اکبر کہا (یعنی نماز کی نیت باندھی) قرأت کی اور رکوع کیا) پھر آپ اُلٹے قدموں نیچے اترے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا۔ پھر آپ منبر پر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔ (حدیث نمبر ۱۰۵۰ صفحہ ۸۹ سطر ۸ تا ۱۲ ترجمہ صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ دہلی)

نماز کی یہ صورتیں جو بیان کی گئی ہیں کیا تقلید کے قابل ہیں؟ جب کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھو جیسا کہ :۔

عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ "پانچ نمازیں ہیں جن کو فرض کیا اللہ نے پس جس شخص نے کہ ان نمازوں کے لئے اچھی طرح وضو کیا

ان کے وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور حضور قلب سے نماز کو ادا کیا اس کے لئے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ بخش دے اس کو اور جو ایسا نہ کرے اس کے لئے خدا کا کوئی وعدہ نہیں وہ چاہے اس کو بخش دے اور چاہے عذاب دے (ترجمہ مشکوٰۃ شریف کامل حدیث ۵۲۲ صفحہ ۱۵۴ بحوالہ احمد۔ ابوداؤد۔ مالک۔ نسائی مطبوعہ دہلی

جب نماز کی جانب دل رجوع ہوگا۔ قلب حاضر رہے گا تو وضو بھی صحیح طور سے عمل میں لایا جائے گا۔ نماز بھی وقت پر ادا کی جائے گی۔ اور رکوع وسجود سکون واطمینان سے بجا لائے جائیں گے۔ اگر حضور قلب نہ ہو تو کوئی رکن صحیح نہ ہوگا مختصر یہ کہ نماز میں اہم ترین شرط ہے رجوع قلب کا ہونا جیسا کہ حضورؐ ہی کا ارشاد ہے لاصلوٰۃ الا بحضور القلب نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب کے ساتھ۔ اگر اثنائے نماز میں قلب اِدھر اُدھر بہک گیا تو نماز میں خلل واقع ہونا یقینی ہے۔ شکوک پیدا ہونے لگتے ہیں۔ رکوع میں شک کہ رکوع کیا یا نہیں۔ سجدوں میں شک کہ یہ پہلا سجدہ ہے یا دوسرا۔ عدد رکعات میں شک کہ پہلی ہے یا دوسری۔ یا تیسری ہے یا چوتھی ہے وغیرہ وغیرہ

منبر پر چڑھکر نماز پڑھنے میں حضور قلب کا قائم رہنا دشوار ہے پچھلے قدم منبر سے اترتے وقت یہ خیال ضرور رہوگا کہ قدم اِدھر اُدھر نہ پڑے۔ کیونکہ غلط پڑنے سے گر پڑنے کا خوف ہوگا۔ اور احتیاط سے قدم رکھنے کی کوشش ہوگی اور قلب پیروں کو صحیح طور سے رکھنے کی جانب رجوع ہوگا۔ نماز میں رجوع قلب قائم نہیں رہ سکتا لہٰذا آنحضرتؐ کے اس تاکید پر کہ "میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو سیکھ لو" عمل کرنے اور آپ کی اس طرح کی نماز کی اقتدا کرنے میں رجوع قلب قائم رہنا دشوار ہے۔

عقل تسلیم نہیں کرتی کہ آنحضرتؐ نے کبھی منبر پر چڑھکر نماز پڑھی ہوگی۔ اور نیچے اتر کر سجدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت کا کوئی قول اور کوئی عمل وحی الٰہی کے خلاف

نہیں ہو سکتا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۱۸۴) خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (آیت نمبر ۲۸۶ سورہ بقرہ پ۳) خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم (آیت ۲۸ سورہ نساء پ۵) خدا تمہارے لئے احکام میں تخفیف چاہتا ہے۔ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج (آیت ۸، پ۱۷ سورہ الحج) اسی نے (خدا نے) تم کو برگزیدہ کیا اور امور دین میں تم پر سختی نہیں کی۔

جب خدا اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور امور دین میں سختی نہیں پسند کرتا تو آنحضرتؐ کس طرح خدا کی مرضی کے خلاف ایسے دشوار عمل کے اقتداء کی تاکید فرما سکتے ہیں۔ حالانکہ خدا آپ کی زبان سے کہلوا رہا ہے کہ:۔
قل انما اتبع ما یوحی الیّ (کہہ دو اے رسولؐ) میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو وحی مجھ پر کی جاتی ہے۔ تو جب خدا بندوں کے لئے آسانی چاہتا ہے اور رسولؐ وحی کے پابند ہیں۔ تو ہرگز یقین نہیں آسکتا کہ خدا نے اس طرح منبر پر چڑھ کر نماز پڑھنے کی آنحضرت کو وحی فرمائی ہوگی۔ یہ روایت سراسر آنحضرتؐ پر افترا ہے۔ اگر پیغمبرؐ نے اس طرح نماز پڑھی ہوتی تو صحابہ و تابعین وغیرہ میں سے کسی نے ضرور اس طرح نماز پڑھنے میں آپ کی پیروی کی ہوتی لیکن کسی کتاب میں کسی صحابی یا تابعی یا ائمہ حدیث میں سے کسی امام کے بارے میں کوئی پتہ نہیں ملتا۔ اور آج اگر کوئی شخص اس طرح نماز پڑھے تو لوگ اس کا مضحکہ اڑائیں گے۔ اور دیوانہ سمجھیں گے۔

خلاصہ عقائد مذہب اسلام

شیعوں کا عقیدۂ توحید:- (۱) عقل خدا کا ادراک نہیں ۔ (۲) وہ مرکب نہیں یعنی کسی چیز سے مل کر نہیں بنا ہے (۳) وہ جسم جسمانیات سے مبرا ہے (۴) اس کے رہنے کی کوئی جگہ نہیں بلکہ وہ ہر جگہ موجود ہے ۔ (۵) وہ کسی چیز میں سماتا نہیں (۶) وہ مرئی نہیں۔ یعنی وہ دیکھنے میں نہیں آتا ۔ (۷) وہ محل حوادث نہیں یعنی ایک حال سے دوسرے حال میں نہیں بدلتا۔ (۸) اس کا کوئی شریک نہیں ۔ (۹) کوئی صفت اس کی ذات سے الگ نہیں، بلکہ ہر صفت عین ذات ہے۔

برادرانِ **اہلسنت کا عقیدۂ توحید:-** (۱) خدا کا قیامت میں دیدار ہوگا۔ یعنی خدا اس طرح دیکھا جائیگا جس طرح چاند اور سورج جبکہ ابر پر نہ ہو۔ (۲) خدا ہر جگہ موجود نہیں بلکہ عرش پر بیٹھتا ہے اور ہر رات اس کا تین حصہ گزرنے کے بعد آسمان دنیا پر آتا ہے (۳) خدا کے ہاتھ ہیں، انگلیاں ہیں۔ روز قیامت وہ زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا اور بائیں ہاتھ میں آسمان لپیٹ لے گا۔ (۴) دنیا پیدا کرنے سے پہلے خدا ایک ابر میں رہتا تھا۔ (۵) خدا روز قیامت اپنا پیر دوزخ میں ڈال دے گا (مسئلہ ہے کہ دوزخ میں نجس و ناپاک چیزیں ڈالی جاتی ہیں)

شیعوں کا عقیدۂ نبوت:- (۱) انبیاء معصوم ہیں (۲) شیعوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء سے گناہان صغیرہ و کبیرہ سرزد نہیں ہوتے ۔ وہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تمام خطا و لغزش بھول چوک سے عمداً و سہواً پاک ہوتے ہیں۔

برادرانِ اہلسنت کا عقیدۂ نبوت:- (۱) انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے ۔ اور انبیا اولوالعزم روز قیامت اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے ۔ (۲) حضرت ابراہیم جیسے اولوالعزم پیغمبر نے تین جھوٹ بولے (۳) ایک نبی نے چیونٹی کے کاٹنے پر چیونٹیوں کے مکان جلا دینے کا حکم دیدیا۔ (۴) حضرت موسیٰ نے بلا خطا ملک الموت کو گھونسا مارا جس سے ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی

حضرت خاتم الانبیا اشرف اولین و آخرین محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اعتقادات اہل سنت

(۱) حضرت انصاف نہیں کرتے تھے۔ یعنی ظلم کرتے تھے (معاذ اللہ) (۲) آنحضرت حالت حیض میں اپنی ازواج سے خلاف حکم خدا مباشرت کرتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت میں تیس مردوں کی طاقت تھی۔ اس لئے اپنی جنسی خواہش پر قابو نہ رکھ سکتے تھے (معاذ اللہ) (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن پرست تھے۔ چونکہ حضرت عائشہ حسین تھیں اس لئے حضرت نماز پڑھتے ہیں ان کو قبلہ کی طرف جنازہ کی مانند لٹائے رکھتے تھے (۴) جناب رسول خدا صلعم حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے۔ آنحضرت اپنے رخسار پر حضرت عائشہ کا رخسار رکھتے ہوئے مسجد کو حبشیوں کا ناچ دکھاتے تھے جو سب حضرت عائشہ کے لئے نامحرم تھے۔ (۵) آنحضرتؐ کا نامحرم عورت کو باغ میں بلوا کر اس سے کہنا کہ تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے اسکے انکار پر حضرتؐ کا اسکے جسم پر رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھانا اور اس کا خدا کی پناہ مانگنا (نقل کفر کفر نباشد)۔ (۶) آنحضرتؐ کا لوگوں کو پشت بقبلہ پاخانہ اور پیشاب کرنے سے منع فرمانا اور خود پشت بہ قبلہ ہو کر رفع حاجت کرنا (معاذ اللہ)۔ (۷) آنحضرتؐ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (معاذ اللہ) (۸) آنحضرت پر شیطان کا قابو پانا جس نے آپ کو قرآن کی آیتیں بھلا دیں اور امت کو تاکید فرمانا کہ قرآن کی سورہ یا آیت کو بھول جانے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں (۹) نماز میں آنحضرتؐ کا سہو۔ چار رکعتی۔ دو رکعت اور ایک مرتبہ پانچ رکعت پڑھانا۔ (۱۰) رسول اللہ کا منبر پر چڑھ کر نماز پڑھنا اور پچھلے قدم اتر کر سجدہ کرنا اور فرمانا کہ میں نے اسطرح اس لئے نماز پڑھی ہے تاکہ تم میری تقلید کرو (جو امت کے لئے دشوار ہے)

میں نے شیعہ اور اہل سنت کے عقائد توحید و نبوت ان کی معتبر کتابوں سے جمع کر دیئے ہیں عقائد کے صحیح و غلط کا فیصلہ خود ناظرین کرلیں۔

والسلام

سید بشارت حسین کامل مرزاپوری

"ضرور پڑھیے کتاب"

اسلامی تہذیب و تمدن

(قرآن و احادیث اور عقل سلیم کی روشنی میں)

مصنف

شمس العباس شمسی

بی اے

عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اسلامی تہذیب و تمدن کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہوں۔ اس دور میں جبکہ اسلام کے مقابلہ میں خود ساختہ نظامات عالم اپنی تہذیب کو ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ اپنے عمل سے اسلامی ثقافت کی سچی تصویر پیش کریں

ناشران

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

۱۳۵ موتن مارکیٹ بمقابل نیو میمن مسجد ایم اے جناح روڈ کراچی ۲